ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا

The ALFAZL QADIAN

الفضل قادیان

تار کا پتہ الفضل قادیان

ایڈیٹر غلام نبی

فی پرچہ ۱ر

نمبر ۵۲ مورخہ ۴ر جنوری ۱۹۲۹ء یوم جمعہ مطابق ۲۲ر رجب ۱۳۴۷ھ

جلد ۱۶

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی طبیعت بفضل خدا صحت یاب ہو رہی ہے۔

۳۱۔ دسمبر حضور نے بابو محمد عثمان صاحب قریشی کی لڑکی بلقیس بانو کا سید شجاعت حسین صاحب شاہجہانپوری سے ڈیڑھ ہزار مہر پر نکاح پڑھتے ہوئے نہایت لطیف خطبہ نکاح ارشاد فرمایا۔ جس میں مہر کی حکمت اور مسلمانوں کی اس سے بے توجہی کا ذکر تھا۔

جناب حافظ روشن علی صاحب کو افاقہ ہو رہا ہے۔ لیکن دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔ احباب ان کے لئے خاص طور پر دعائیں کریں۔

جلسہ پر تشریف لانے والے مہمانوں کا کثیر حصہ واپس چلا گیا ہے۔ لیکن ابھی تک کئی ایک دوست موجود ہیں۔

اخبار احمدیہ

انتخاب امیر جو جماعت امیر کا انتخاب کرکے مرکز میں منظوری کے لئے بھیجے۔ اسے معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اس کا مجوزہ امیر اسی دن سے امیر نہیں بن جاتا۔ بلکہ تا منظوری مرکز وہ بحیثیت پریذیڈنٹ کام کرے گا۔ ذوالفقار علیخاں ناظر اعلےٰ۔

قبول اسلام ۱۷۔ دسمبر ۱۹۲۸ء ایک تعلیم یافتہ نوجوان مسمی لالہ لاجپت رام متوطن ریاست کپورتھلہ نے مسجد احمدیہ بٹالہ میں برضا و رغبت اسلام قبول کیا۔ عبدالکریم نام رکھا گیا۔ اللہ تعالےٰ استقامت عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار محمد عبدالرشید پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ بٹالہ

تبدیلی مکان انجمن احمدیہ راولپنڈی کے دفتر کا پتہ اب حسب ذیل ہے:۔

برلب مری روڈ۔ مکان سید فتح علی صاحب راولپنڈی

اعلانات نکاح ۱۔ ۲۹۔ دسمبر ۱۹۲۸ء کو عزیزہ محمودہ بیگم بنت میاں محمد یوسف صاحب سپرنٹنڈنٹ پنجاب سول سکرٹیریٹ کا نکاح عزیز چوہدری محمد حق نواز خاں صاحب سے بعوض مبلغ ۰۰ ۲۵ مہر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے پڑھا۔

۲۔ حضور نے عزیزہ سکینہ بانو بنت منشی کریم بخش صاحب گورنمنٹ آف انڈیا (اسٹورز ڈیپارٹمنٹ) کا نکاح عزیز بشیر احمد صاحب ولد صوفی کرم الٰہی صاحب سے بعوض مبلغ ایک ہزار مہر پڑھا۔

ماسٹر ہدایت اللہ گورنمنٹ پنشنر گجرات۔

۳۔ ۲۹۔ دسمبر ۱۹۲۸ء کو میری لڑکی نصیبہ بی بی کا نکاح گودڑ ولد کرم دین موضع دھندہ ضلع کیمل پور سے ایک سو روپیہ مہر پر مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے پڑھا۔ الہ دین ٹھیکریاں ضلع راولپنڈی

۴۔ بشیراں بیگم بنت شیخ مولا بخش صاحب دوکاندار قادیان کا نکاح بعوض مبلغ آٹھ سو روپیہ مہر حسن الدین ولد میاں غلام حسین ساکنہ کوٹلی ہرنرائن ضلع سیالکوٹ سے مولوی سید سرور شاہ صاحب نے پڑھا۔ نور حسن احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ کوٹلی ہرنرائن

۵۔ ۶۔ ۷۔ میں نے ۲۲۔ نومبر ۱۹۲۸ء بمقام امین آباد خطبہ نکاح پڑھکر مندرجہ ذیل نکاحوں کا اعلان کیا۔

زہرہ بیگم بنت شیخ اکبر علی صاحب و شیخ محمد علی ولد شیخ اصغر علی صاحب بعوض مہر مبلغ پانصد روپیہ۔ (۲) قمر النساء بیگم بنت شیخ اکبر علی صاحب و شیخ عبدالعلی ولد شیخ اصغر علی صاحب بعوض مہر مبلغ پانصد روپیہ (۳) رشیدہ بیگم بنت شیخ اصغر علی صاحب و شیخ ایوب علی ولد شیخ اکبر علی صاحب بعوض مہر مبلغ پانصد روپیہ۔ شیخ مشتاق حسین سکرٹری دعوۃ و تبلیغ

ولادت

۱۔ سیٹھی غلام نبی صاحب مہاجر کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے صحابی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے پوتا بخشا۔ احباب اس کے نیک اور لمبی عمر پانے کے لئے دعا کریں۔

۲۔ میرے بھائی صاحب محمد یوسف خاں مبلغ امریکہ کے گھر ۱۸۔ دسمبر ۱۹۳۸ء کو پہلی لڑکی تولد ہوئی ہے۔ تمام احمدی بھائی و بہنیں براہ نوازش دعا فرمائیں۔ کہ مولا کریم مولودہ کو نیک کرے اور خادم دین بنائے۔ اور لڑکی کے باپ و چچا کو خیریت کے ساتھ امریکہ سے واپس لائے۔

خاتمہ امۃ اللہ بنت ڈاکٹر یعقوب خاں احمدی جہلم

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے میرے بھائی میاں فیروز دین صاحب کے ہاں فرزند ارجمند عطا فرمایا ہے جس کا نام بشیر احمد رکھا گیا ہے۔ میں اپنے برادر زادہ کی خوشی میں اخبار الفضل ۶ ماہ کے لئے کسی غیر مستطیع احمدی بھائی یا بہن کیلئے جلد جاری کراتی ہوں۔ سب احمدی بھائی و بہنیں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مولود کو عمر دراز عطا فرما کر صالح متقی اور خادم دین بنائے آمین۔

خاکسار نواب بیگم اہلیہ ڈاکٹر محمد علی خاں احمدی مہاسہ

۴۔ عاجز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ۱۱ دسمبر کو فرزند عطا فرمایا ہے۔ احباب دعا فرمائیں۔ کہ خدا تعالیٰ اس کی لمبی عمر کرے۔ اور خادم دین بنائے۔ امام دین احمدی پاکپٹن

۵۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے میرے ہاں ۳۰ نومبر ۱۹۳۸ء چوتھا لڑکا عطا فرمایا ہے۔ احباب دعا فرمائیں۔ مولا کریم اسے طبعی عمر عطا فرمائے۔ اور حقیقی معنوں میں عبداللہ اور دین و دنیا میں کامیاب بنائے۔ آمین

خاکسار نیاز محمد انسپکٹر پولیس کراچی از گوجرانوالہ

۶۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی دعاؤں کی برکت سے خاکسار کے گھر ۲۹۔ نومبر ۱۹۳۸ء لڑکا پیدا ہوا ہے۔ احباب دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز فرمائے اور خادم دین بنائے۔ آمین

طالب دعا نذیر احمد احمدی کوٹھی نواب لوہارو۔ بازار بلی ماراں دہلی

درخواست ہائے دعا

۱۔ شیخ احسان علی صاحب ہیڈ کمپونڈر نور ہسپتال کئی دن سے سخت بیمار ہیں۔ احباب سے صحت کی دعا کے لئے درخواست کرتے ہیں۔

۲۔ بندہ انڈین ملٹری ہاسپٹل میں سٹور کیپر ہے کسی وجہ سے میری آنکھوں کو ایک متعدی مریض کا زہر لگ گیا۔ جس کی وجہ سے آنکھیں خطرناک طور پر خراب ہو گئی ہیں۔ قریباً ڈیڑھ ماہ سے ہاسپٹل میں زیر علاج ہوں۔ تمام احمدی احباب سے استدعا ہے۔ کہ بندہ کی صحت کے لئے درد دل سے دعا کریں۔

عبدالحمید سٹور کیپر۔ نصیر آباد

۳۔ خاکسار ایک عرصہ سے محکمانہ تکالیف میں مبتلا ہے۔ احباب دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے دعا فرمائیں

چوہدری محمد حسین اسسٹنٹ اوورسیئر

دعائے مغفرت

۱۔ میری والدہ صاحبہ ۵۔ دسمبر ۱۹۳۸ء وفات پاگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون احباب دعائے مغفرت فرمائیں۔ خاکسار محمد مبارک احمدی (سندھ)

۲۔ میرے والد صاحب ۱۲۔ دسمبر ۱۹۳۸ء فوت ہو گئے ہیں۔ مرحوم بہت نیک آدمی تھے احباب دعائے مغفرت فرمائیں

خاکسار عبدالرحیم متعلم جامعہ احمدیہ قادیان

۳۔ میری ہمشیرہ فوت ہو گئی ہے۔ احباب دعائے مغفرت کریں۔ خاکسار فضل دین از رہتاس

۴۔ چوہدری نذیر احمد خاں صاحب سکنہ کریام ضلع جالندھر کی اہلیہ ۷ر دسمبر ۱۹۳۸ء بقضائے الٰہی فوت ہو گئی ہے دعاء مغفرت کریں۔ خاکسار نور احمد خاں مہر لنگر خانہ قادیان

۵۔ میری محترمہ و مکرمہ والدہ صاحبہ جو سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ۲۵ سال سے داخل تھیں۔ ۲۰۔ دسمبر بمقام لاہور شہر اس جہان فانی سے رحلت فرما کر اپنے مالک حقیقی کے پاس چلی گئیں بذریعہ موٹر لاہور سے لاکر قادیان میں مقبرہ بہشتی میں وصیت کے ماتحت ۲۱۔ دسمبر دفن کر دیا گیا۔ میں تمام احمدی احباب کی خدمت میں نہایت ادب سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ دعائے مغفرت فرمائیں۔

محمد احمد خلف منشی عبدالحی صاحب از لاہور

۶۔ میری اہلیہ صاحبہ کرم بی بی بعارضہ نمونیا گیارہ روز بیمار رہ کر فوت ہو گئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون جملہ احباب سے التماس ہے۔ کہ مرحومہ کے لئے دعا مغفرت کریں۔ خاکسار اکبر خاں پٹواری۔ موضع دیولی۔

۷۔ میری والدہ صاحبہ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۸ء کو فوت ہو گئی ہیں۔ احباب سے استدعا ہے۔ کہ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ خاکسار عبدالعزیز گوکھووال چک ۲۴۶

۸۔ نیازمند کی والدہ صاحبہ مکرمہ بعمر ۵۵ سال فوت ہو گئی ہیں۔ احباب دعائے مغفرت فرمائیں۔

میر غلام رسول احمدی از مقام کاٹھ پورہ (کشمیر)

بخار دل

اس نام سے جناب ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کی دلپذیر عارفانہ نظموں کا مجموعہ مکرم محمد اسماعیل صاحب مینیجر حالی بک ڈپو۔ پانی پت نے شائع کیا ہے۔ ان نظموں میں سے بہت سی ایسی ہیں۔ جو الفضل میں شائع ہو چکی ہیں اور جن سے ناظرین الفضل خوب لطف اٹھا چکے ہیں۔ مزید لطف کے لئے نظموں کا یہ مجموعہ ضرور منگائیں۔ کتاب کی لکھائی چھپائی عمدہ ہے۔ اور قیمت صرف چار آنے۔ ہمیں یہ سمجھ نہیں آئی۔ کہ اس مجموعہ کا نام بخار دل کس نسبت سے رکھا گیا ہے۔ اگر نام اپنے اندر کوئی کشش رکھتا ہے تو اس سے بہتر تجویز ہونا چاہیئے تھا۔

فیضانِ خداوندی ہوتے نہیں کبھی بند

میاں محمد حسن صاحب رہتاسی کی نظم جو جلسہ سالانہ پر پڑھی گئی۔

دریا ہی نہیں کرتے ہیں کوزہ میں اجری بند
گر چاہیں تو کر دیتے ہیں شیشہ میں پری بند

کیا کہنا شجاعت کا تری حضرتِ انساں
ہمت سے تری بند ہے خشکی نہ تری بند

جب سیر و سیاحت کے لئے جیب میں دیکھا
پھر سِملہ و کشمیر نہ ہے کوہِ مری بند

جو بند کیا حق نے اُسے کھول لیا ہے
نے شرکِ خفی بند ہے نے شرکِ جلی بند

القصّہ ہر اک قسم کی سب راہیں کھُلی ہیں
اِک بند ہے ان پر تو فقط راہِ "نبی" بند

پوچھے تو ذرا ان سے کوئی میری طرف سے
فیضانِ خداوندی ہوتے ہیں کبھی بند؟

واعظ کا وُہی جلوہ ہے منبر پہ شب و رُوز
صوفی و محدث ہیں نہ ہیں غوث و ولی بند

کیوں کوثرِ نبوی میں ہُوا بند تموّج
جب تشنہ لبوں کی ہی نہیں تشنہ لبی بند

کیوں مصطفوی فیض کو بند آپ ہیں کرتے
اب تک نہیں دنیا میں اگر بُولہبی بند

شیطان کی گر راہ زنی باقی ہے اب تک
کس وقت ملائک کی ہوئی راہ بری بند

کافر پہ کشادہ ہیں اگر قہر کے کوچے
مومن پہ ہوئی کس لئے رحمت کی گلی بند

مغضوب کی ضالین کی آمد ہے مسلسل
انعمت علیہم کی ہوئی کب سے لڑی بند

گر زلف بنانے کو ہے شانہ کی ضرورت
کیونکر یہ بنے گی جو ہوئی شانہ گری بند

کس طرح تبرا ہو۔ عدوانِ علی سے
جب دُوسری جانب ہو تولائے علی بند

جب تک ہے شہنشاہ کے ہاتھوں میں حکومت
نے تاج ہے مفقُود نہ ہے تاجوری بند

مریم کے جگر بند کے آنے پہ نبوّت
ہم آپ سے پوچھیں گے کہ اس وقت رہی بند

کب اٹھیں گی اس باغ سے بلبل کی صدائیں
ہر وقت جہاں رہتے ہوں غنچہ و کلی بند

کیوں ساعدِ سیمین کو پہنچاتے ہو رنجش
جب وقت کی ٹرتال پہ پاتے ہو گھڑی بند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۵۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۴ر جنوری ۱۹۲۹ء | جلد ۱۶

جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ ۱۹۲۸ء کی روئداد

۲۶ر دسمبر ۱۹۲۸ء

پہلا اجلاس

۲۶-دسمبر ۱۹۲۸ء حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے جلسہ کا افتتاح فرمانے کے بعد زیر صدارت جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آبادی کارروائی جلسہ شروع ہوئی۔ سب سے پہلی تقریر جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب بیرسٹرایٹ لاء و ممبر لیجسلیٹو کونسل پنجاب کی "اسلام اور حفظان صحت" کے موضوع پر تھی۔

اسلام اور حفظان صحت

(تقریر جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب)

جناب چوہدری صاحب نے تقریر شروع کرتے ہوئے فرمایا۔ پروگرام کے مطابق یہ وقت آپ کے سامنے یا آپ کی خدمت میں

خطبہ استقبالیہ

پیش کئے جانے کا تھا۔ اس میں تو کوئی کلام نہیں۔ کہ قادیان میں ایک سال سے آپ کے پہونچنے کی انتظار ہو رہی تھی اور ہر عملی صورت میں آپ کا استقبال کیا جارہا تھا۔ لیکن اس مصروفیت کی وجہ سے جو آپ ہی کی مہمان نوازی کے لئے ہے۔ میر محمد اسحٰق صاحب ناظر ضیافت خطبہ استقبالیہ پڑھنے کے لئے نہیں آسکے اس لئے میں امید کرتا ہوں۔ کہ اس خطبہ کی غیر حاضری میں بھی آپ یہی تصور کریں گے۔ کہ آپ کو انھوں نے خوش آمدید کہا ہے۔ کیونکہ وہ آپ کو ہی آرام پہونچانے میں مصروف ہیں۔

ناظر صاحب دعوت و تبلیغ کا ارشاد ہے۔ کہ میں

اسلام اور حفظان صحت

کے موضوع پر آپ کے سامنے کچھ کہوں۔ آج کل یہ ایک عام قاعدہ ہوگیا ہے۔ کہ جب مجلس میں کسی کو تقریر کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ تو سب سے پہلے وہ یہی کہتا ہے۔ کہ میں اس قابل تو نہیں تھا۔ اور نہ ہی میں اس کے لئے تیاری کرسکا ہوں۔ تاہم جو کچھ مجھے آتا ہے عرض کرتا ہوں۔ مقصود اس سے یہ ہوتا ہے۔ کہ اگرچہ میرا انتخاب میری مرضی کے خلاف ہوا۔ اور میرا منشاء بھی اس موضوع پر بولنے کا نہ تھا۔ اس کے لئے تیاری کرنے کا وقت بھی نہیں ملا۔ تاہم میں نے اچھا خاصا لیکچر تیار کر لیا ہے۔ مگر میری یہ عادت نہیں میرا تجربہ ہے۔ کہ پنجاب کونسل میں جو لوگ سب سے زیادہ تیاری کر کے آتے ہیں۔ وہی یہ کہتے ہیں۔ کہ اگرچہ ہمارا ارادہ اس زیر بحث پر بولنے کا نہ تھا۔ لیکن فلاں بات سے ہم مجبور ہو گئے ہیں۔ کہ ضرور کچھ کہیں۔ مگر میں بغیر کسی تصنع کے کہتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت میں خدا تعالےٰ کے فضل سے بہت لوگ ایسے ہیں۔ جن کا انتخاب اس موضوع پر تقریر کرنے کے لئے میری نسبت بہت زیادہ بہتر ہوسکتا تھا۔ اس کے لئے کوئی ڈاکٹر یا ہیلتھ آفیسر بہت زیادہ موزون ہوتے۔ میں حفظان صحت کے متعلق اگر اسلام کے احکام ہی پیش کرنا چاہوں۔ تو اپنے میں اتنی ہمت نہیں پاتا۔ کہ علماء کے مقابلہ میں احسن طریق پر پیش کرسکوں۔ اور اگر اسے زیادہ وسیع کروں۔ اور طبی پہلو سے اس پر بحث کروں۔ تو ہر مقام پر خطرہ ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحبان اسے اپنے اصول کے خلاف سمجھیں۔ اس لئے میں قاصر ہوں۔ کہ احسن طور سے اس پر بحث کروں۔ لیکن ناظر صاحب کے ارشاد کی تعمیل بھی ضروری ہے۔ تاہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ میرے دل میں یہ خواہش ضرور تھی۔ کہ اگر اس مسئلہ پر جلسہ میں تقریر ضروری تھی۔ تو کوئی اور صاحب جو مجھ سے زیادہ اس کے اہل ہوتے۔ منتخب کئے جاتے۔ اور اپنے متعلق میں یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ اگر میرا بولنا بھی ضروری تھا۔ تو کئی ایسے

سیاسی مسائل

تھے۔ جن پر میں اس سے بہت بہتر تقریر کرسکتا۔ اور جن پر تقریر کرنے کی اس وقت ضرورت بھی۔ اور میرا خیال ہے۔ ایسی تقریر مفید ہوسکتی تھی اس کے بعد میں اس مضمون کے متعلق بعض وہ باتیں جو میرے ذہن میں آئی ہیں۔ پیش کرتا ہوں۔ میرے نزدیک۔ اسلام کی خوبیوں میں سے ایک خوبی اور اس کی صداقت کے دلائل میں سے ایک

بہت بڑی دلیل

یہ ہے۔ کہ اس کی تعلیم میں تکلف یا تصنع بالکل نہیں پایا جاتا۔ جب کہ ایسی حالت میں اس کا بہت امکان تھا۔ کہ یہ کسی انسان کا بنایا ہوا مذہب ہوتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی بھی یہ ایک بڑی دلیل ہے۔ کہ آپ نے سوائے اس تعلیم کے کوئی دعویٰ پہونچا دینے کے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے آپ پر نازل ہوئی۔ اپنی خواہش سے آپ نے کچھ نہیں کہا۔ اگر کوئی شخص آپ مذہب بنانے کے لئے بیٹھے۔ تو خواہ اس کی نیت کتنی بھی نیک کیوں نہ ہو۔ وہ ایسی باتوں پر ضرور زور دیگا۔ جو روحانی امور کے متعلق سمجھی جاتی ہوں۔ اور ان امور کو چھوڑ دیگا۔ جن کا تعلق جسم کے ساتھ ہوگا۔ لیکن رسول کریم صلعم کا ارشاد ہے کہ

روح کی ترقی

کے لئے جسم کی نگہداشت بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی فلسفہ دان مذہب بنانے بیٹھتا۔ تو وہ ضرور اس امر کو نظر انداز کر جاتا۔ مثلاً اگر ایک شخص اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق مذہب وضع کرنا چاہے۔ تو ایسے مذہب میں یہ رنگ ضرور ہوگا۔ کہ عبادات پر بہت زیادہ زور دیا جائیگا۔ آپ لوگ جانتے ہیں۔ اس وقت بہت سے ایسے مذاہب موجود ہیں۔ جن کی تعلیمات ایسی ہیں۔ کہ ان کا کوئی جسمانی فائدہ ہے۔ نہ روحانی لیکن دنیا کا بہت سا حصہ ان پر عمل کرنا اپنے لئے برکات کا موجب سمجھتا ہے۔ بعضوں کا اصول یہ ہے۔ کہ نفس کو مارو اور ترقی کرو۔ اور بعض مذاہب میں یہ تعلیم بھی ہے۔ کہ اگر جسم کے بعض حصوں کو ناکارہ کردیا جائے تو روحانی ترقی ہوسکتی ہے۔ بعض سادھو ایسے ہوتے ہیں۔ کہ وہ اپنا ہاتھ سکھا دیتے ہیں۔ اور ان کا خیال ہوتا ہے۔ کہ اس طرح وہ روحانی ترقی کرسکتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں

روحانی ترقی

ایک ایسی شے ہے۔ جس کا ذخیرہ جمع کیا جاسکتا ہے۔ اور جسم کو نقصان اور تکالیف دیکر ہم روحانی طور پر امیر ہوجائیں گے۔ اسی طرح بعض مذاہب کی عبادات میں ایسی مشقت پائی جاتی اور ایسا تکلف پایا جاتا ہے۔ کہ صاف پتہ لگتا ہے۔ اس کے بنانے والی کوئی ایسی ہستی ہے۔ جو روح اور جسم کے تعلق کو نہیں جانتی۔ یہ بات اسلام میں نہیں۔ اور میرے نزدیک یہ بہت بڑی دلیل ہے اس امر کی۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم خدا تعالےٰ کے حکم اور منشاء کے ماتحت ہے۔ اور ایسی سادگی سے یہ باتیں آپ کے تعامل میں پائی جاتی ہیں۔ کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ آپ نے جو کچھ سکھایا۔ وہ کر کے بھی دکھایا۔ آپ نے جو تعلیم دی وہ

خلق کی بہتری کے لئے

اور روح اور جسم دونوں کی تکمیل کے لئے دی ہے۔ "الفضل" کے گذشتہ ہی پرچہ میں اس مضمون میں جو میر محمد اسماعیل صاحب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق لکھ رہے ہیں۔ میں نے

ایک حدیث

پڑھی۔ کہ چند صحابہ نے اس خیال سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو خدا کے رسول ہیں۔ آپ کے تو اگلے پچھلے سب قصور خدا نے معاف کر دئے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ میں ساری رات نماز پڑھا کرونگا۔ دوسرے نے کہا۔ میں ہمیشہ روزہ رکھا کرونگا۔ کوئی دن ناغہ نہیں کرونگا۔ تیسرے نے کہا۔ میں کبھی شادی نہیں کرونگا۔ جب حضور کو اس کا علم ہوا۔ تو آپ نے ان کو طلب کر کے فرمایا۔ خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں۔ مگر پھر بھی میرا یہ حال ہے۔ کہ روزہ رکھتا ہوں۔ اور چھوڑ بھی دیتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں۔ اور سوتا بھی ہوں۔ عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ اور ان سے تعلق بھی رکھتا ہوں۔ سن لو جو شخص میرے اس طریقہ پر نہیں چلیگا۔ اس کا میرے ساتھ کچھ تعلق نہیں

اگر کوئی ایسا انسان ہوتا۔ جو اپنے پاس سے تعلیم بناتا۔ تو وہ کوشش کرتا۔ کہ اپنے آپ کو بہت نیک ثابت کرے۔ اور ایسے موقع پر لوگوں کی ذہنیت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہتا۔ کہ ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ لیکن آپ نے فرمایا۔ ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ روح اور جسم دونوں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں۔

ایک اور حدیث

میں ہے۔ کہ ایک صحابی اپنے ایک دوست کے ہاں گئے۔ اور دیکھا۔ کہ ان کی بیوی بہت میلے کچیلے کپڑے پہنے ہے۔ انہوں نے اس کی وجہ دریافت کی۔ تو اس نے کہا۔ تمہارا بھائی تو ہمیشہ ریاضت و عبادت میں لگا رہتا ہے۔ میری طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ میں اچھے کپڑے کس کے لئے پہنوں۔ وہ صحابی وہیں رہے اور اس شخص کو عشاء کے بعد اور تہجد سے پہلے کوئی عبادت نہ کرنے دی۔ اور اس دن روزہ بھی نہ رکھنے دیا۔ اور جب انہوں نے آکر یہ کیفیت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور بیان کی تو آپ نے فرمایا۔ تم نے بہت اچھا کیا۔ اور ٹھیک کیا۔ انسان پر اس کی جان کا بھی حق ہے۔ بیوی کا بھی حق ہے۔ اور مہمان کا بھی حق ہے۔ اب دیکھو اگر کوئی تصنیع کرتا۔ تو کہتا تو نے بہت برا کیا۔ وہ نیک کام کرنا چاہتا تھا۔ تو نے اسے رد کر دیا لیکن چونکہ آپ کو خالق حقیقی نے ایسی تعلیم دی تھی۔ جس میں جسم کا لحاظ رکھنا بھی ضروری تھا۔ اس لئے آپ نے بھی یہی تعلیم دی کہ جسم کا بھی حق ادا کرنا چاہیئے۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ

جسم انسانی کوئی حقیر چیز نہیں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خود کھانا بھی کھاتے تھے۔ آپ نے نکاح بھی کئے۔ آپ کے ہاں اولاد بھی ہوئی۔ غرضیکہ آپ جملہ انسانی حقوق ادا کرتے تھے۔ بلکہ آپ کی تعلیم میں یہ خصوصیت ہے۔ کہ آپ نے انسانی جسم کو بھی شرف بخشا ہے۔ جیسے دوسرے مذاہب نے گرایا ہے۔ اور روحانی ترقی میں ایک روک قرار دیا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب آئینہ دیکھتے۔ تو دعا کرتے۔ کہ الہٰی تو نے جیسا میرا جسم خوبصورت بنایا ہے۔ میرے خلق کو بھی ایسا ہی بنا دے۔ گویا خوبصورت جسم خدا تعالےٰ کی ایک نعمت ہے۔ جس کا آپ شکریہ ادا کرتے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ مذہب کے لحاظ سے جسم کوئی حقیر چیز نہیں۔ اور بغیر جسم کے روحانی زندگی ناممکن ہے۔ یہ صحیح ہے۔ کہ جسم ایک برتن ہے۔ اور روح اس چیز کی طرح ہے۔ جو برتن کے اندر رکھی ہو۔ یا جسم چھلکا ہے۔ اور روح مغز ہے۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اگر برتن کو توڑ دیا جائے۔ تو جو چیز اس میں پڑی ہو گی۔ وہ گر جائیگی۔ روح اور جسم میں ایک ایسا پیوند ہے۔ کہ جسم کی خرابی کا اثر روح پر ضرور پڑتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق جہاں روح کی حفاظت ضروری ہے۔ وہاں جسم کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی انسان عمداً اپنے جسم کو ایسی حالت میں رکھتا ہے۔ جس کے اثرات ایسے ہوں کہ وہ مر جائے۔ تو وہ اسلام کے رو سے

اپنا قاتل

آپ ہے۔ اور مجرم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ایک قیمتی جان اس کے سپرد کی تھی۔ جسے اس نے ضائع کر دیا۔ پس سب سے پہلی بات جو سمجھ لینی چاہیئے۔ یہ ہے۔ کہ روح اور جسم اسلام کی تعلیم اور قدرت کے اصول کے مطابق آپس میں ایسا تعلق رکھتے ہیں۔ کہ اگر ایک کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ یا کم کی جائے۔ تو ترقی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے دین کی طرف سے انسان پر یہ فرض ہے۔ کہ روح کو آئندہ زندگی میں اللہ تعالےٰ کی ملاقات کے لئے تیار کرے۔ اور اس مکان کو جس میں روح رہتی ہے۔ ایسا صاف ستھرا رکھے۔ کہ روح پر برا اثر نہ پڑے۔ اور اسے اللہ تعالےٰ کے احکام کے ماتحت ایسا کرنا چاہیئے۔ اگر وہ ایسا نہ کریگا۔ تو گنہگار ہو گا۔ اور علاوہ اس نقصان کے جو اسے بیماری وغیرہ سے ہو گا۔ وہ روحانی طور پر بھی نقصان اٹھائیگا۔

مکان کی صفائی

جس طرح نماز کے لئے طہارت اور پاکیزہ کپڑوں کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے۔ کہ مکان جس میں انسان رہے۔ صاف ستھرا ہو۔ اور خوراک جو وہ کھاتا ہے۔ ایسی ہو۔ کہ جسم اچھی طرح نشوونما پا سکے۔ اور ترقی کر سکے۔ میری مراد یہ نہیں۔ کہ جسم کی طرف اتنی توجہ کی جائے۔ کہ انسان روحانی ترقی سے غافل ہو جائے۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ دونوں کا آپس میں ایسا تعلق ہے۔ کہ ایک کے بغیر دوسرا ترقی نہیں کر سکتا۔ اور جس طرح انسان کو روحانی ترقی کا ثواب حاصل ہوتا ہے ویسا ہی ثواب ان احتیاطوں کا ہو گا۔ جو آپ حفظان صحت کے لئے کریں گے۔ اسلام کے رو سے حفظان صحت کی یہ اہمیت ہے اسلام میں بعض ایسے احکام ہیں۔ جو صحت کے لحاظ سے ہیں۔ مثلاً وباؤں سے بچنے کے متعلق دعائیں۔ برتنوں کے ڈھکنے کے احکام بعض چیزوں کے ننگا نہ رکھنے کا حکم۔ غرضیکہ کئی باتیں ایسی ہیں جو خالص حفظان صحت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور جن کے نہ کرنے سے شدید نقصان پہونچ سکتے ہیں۔ آج زمانہ ایسا آگیا ہے کہ خاص طور پر

جسمانی قوت کی ضرورت

پڑ گئی ہے۔ اور سیاسی جماعتیں بھی محسوس کر رہی ہیں۔ کہ افراد کی کثرت کی کس قدر ضرورت ہے۔ پس جو جماعت اللہ تعالےٰ کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہونچانے کے لئے کھڑی ہوئی ہو۔ اس کے لئے مضبوط جسم اور صحت مند ہونے کی کس قدر ضرورت ہے۔ پس ہماری جماعت کے لئے صحت کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ ایک تو ہم دوسروں کے مقابلہ میں بہت تھوڑے ہیں۔ اور اگر پھر کمزور نحیف اور بیمار ہوں۔ تو دنیا سے جو ہمارا مقابلہ ہے۔ اس میں کس طرح پورے اتر سکتے ہیں نیز روحانی طور پر بھی ہمارے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے۔

اس اصولی تعلیم کے بعد میں بعض باتیں جو

عام ہدایات

کے متعلق ہیں۔ عرض کرتا ہوں۔ گو وہ طبی لحاظ سے ایسی مفید نہ ہوں۔ لیکن تمدن اور معاشرت پر ان کا بہت اثر پڑتا ہے۔ ہم اسلام کی صحیح تعلیم پیش کرنے والے اور اس کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے رکھنے والے ہیں۔ تصویر کے محاسن پر تو کسی کی نظر غور کرنے سے ہی پڑتی ہے۔ لیکن اس کے عیوب فوراً نظر آجاتے ہیں۔ خصوصاً شرعی تعلیم کی خوبیاں تو بہت دیر سے ظاہر ہوتی ہیں۔ لوگ پہلے ان خوبیوں کو ظاہر کرنے والوں کو ہی دیکھتے ہیں۔ پس اگر ہمیں دیکھتے ہی کسی کے دل میں نفرت پیدا ہو جائے۔ تو وہ کبھی ہماری باتوں کی طرف توجہ نہیں کریگا۔

عام رائے

کسی جماعت کے متعلق اس کے پیروؤں کی ظاہری حالت سے ہی رائے قائم کی جاتی ہے۔ اگر دیکھتے ہی کسی کے دل میں نفرت پیدا ہو جائے تو یہ تبلیغ میں ایک بہت بڑی روک ہو گی۔ اور جب ہمیں دیکھنے سے دوسرے کے دل میں ہماری عزت پیدا نہیں ہوتی۔ تو ہمارے دین کی بھی عزت نہیں ہو گی۔ جو لوگ خود ذلیل ہوں گے۔ ان کا دین بھی ذلیل ہو گا۔ پس جو باتیں میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ان پر عمل کرنے سے علاوہ اور فوائد کے ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ آپ دوسروں کی نظروں میں معزز ہوں گے۔ اور آپ کے معزز ہونے سے آپ کا دین بھی معزز ہو گا۔

سب سے پہلی چیز

جو نفرت پیدا کرتی ہے۔ وہ غلاظت ہے۔ جس شخص کا جسم لباس اور عادات غلیظ ہوں اس کے پاس تک کوئی نہیں بیٹھ سکتا۔ اور جب تک کوئی پاس نہ بیٹھے تبلیغ کس طرح ہو سکتی ہے۔ عام عادات میں سے ایک چھوٹی سی عادت جس کی بڑے بڑے لوگ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اور جس سے بیماری پھیلتی ہے۔ تھوکنا ہے۔ لوگ کمروں میں۔ گاڑی میں بلا تکلف تھوک دیتے ہیں۔ میری عادت ہے۔ کہ اگر کوئی میرے سامنے تھوک دے۔ تو میرے ذہن میں اس کے متعلق یہ بات نقش ہو جاتی ہے۔ کہ وہ غلیظ ہے۔ بلکہ ایک شخص کے متعلق میرے ایک عزیز نے بیان کیا۔ کہ اس نے فلاں جگہ بیٹھے ہوئے تھوک دیا تو اس سے میرے دل میں اس کے متعلق نفرت قائم ہو گئی۔ مجھے عام طور پر اس سے ملنا پڑتا ہے۔ لیکن اس کے سامنے آتے ہی میرے دل میں ایک نفرت سی پیدا ہو جاتی ہے۔ تھوکنے سے بیماری پھیلتی ہے اور مہذب اقوام میں یہ بات بہت معیوب سمجھی جاتی ہے۔ بلکہ اگر کوئی تھوک دے۔ تو اسے کسی مہذب مجلس میں شریک نہیں کیا جاتا گھروں میں اسے کھانے پر بلانا تو الگ رہا۔ وہ کسی کلب میں بھی نہیں جا سکتا۔ اور اگر جائے تو کوئی شخص اس کے پاس نہیں بیٹھیگا۔ اگر تھوکنے اور ایسی ہی تین چار باتوں کا خیال رکھا جائے۔ تو ملک کی حالت میں بہت اصلاح ہو سکتی ہے۔ ہماری جماعت کیلئے تو یہ باتیں

امتیازی نشانات

ہونی چاہئیں۔ پھر

جسم اور لباس کی صفائی

ہونی چاہیئے۔ لباس کا قیمتی ہونا ضروری نہیں۔ یہ اسراف ہے۔ ہاں اگر خدا تعالےٰ توفیق دے تو موسم کے مطابق لباس رکھنا چاہیئے۔ اور کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ لباس صاف رکھا

جائے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں۔ کہ گرم کپڑے کے کوٹوں کی نسبت زمینداروں کے کپڑے زیادہ صاف ہوتے ہیں۔ کیونکہ گرم کوٹ بار بار نہیں بنائے جا سکتے۔ ایک کوٹ کو لوگ دس دس سال تک استعمال کرتے ہیں۔ اسے نہ دھویا جاتا ہے نہ صاف کیا جاتا ہے۔ اور ایسی صورت میں اس کی غلاظت جمع ہوتی رہتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں زمیندار لوگ جو کپڑے پہنتے ہیں۔ وہ انہیں آسانی سے دھو کر صاف کر سکتے ہیں۔ پس کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ گرم کپڑے جو پہنے جائیں۔ وہ غلیظ نہ ہوں۔ اور کپڑے بھی غلیظ نہ ہونے چاہئیں۔ جس کے پاس ایک ہی جوڑا ہو۔ اسے بھی چاہیئے۔ کہ ہفتہ میں کم از کم ایک بار اسے صابن سے دھو کر صاف کر لیا کرے۔ اگر صابن میسر نہ آسکے تو یونہی دھو لئے جائیں۔ کچھ نہ کچھ میل اس طرح بھی نکل جاتی ہے۔ لباس کے لحاظ جو اعزاز کا خیال ہوتا ہے۔ اس کے متعلق ساری جماعت میں یہی معیار ہونا چاہیئے۔ کہ جو صاف کپڑے پہنے وہ معزز سمجھا جائے۔ قیمتی یا کم قیمت کا سوال نہیں ہونا چاہیئے۔ دولت بے شک خدا تعالےٰ کی ایک نعمت ہے۔ اگر ایک امیر آدمی قیمتی لباس پہنے ہوئے ہو۔ لیکن وہ غلیظ ہو۔ تو وہ معزز نہیں۔ اس کے بالمقابل اگر ایک شخص کھدر کا صاف ستھرا لباس پہنے ہوئے ہے۔ تو وہ اس سے بہت زیادہ معزز ہے۔ اور ساتھ ہی جسم کی صفائی بھی نہایت ضروری ہے۔ چونکہ ہماری جماعت کے لوگ شرعی احکام کے ماتحت خصوصیت سے ڈاڑھی رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کو خصوصیت سے اس کا بھی انتظام کرنا چاہیئے کہ۔

چہرہ کی صفائی

اچھی طرح ہو۔ تا ایسا نہ ہو کہ شریعت کے اس حکم کی پیروی کرتے ہوئے دوسروں کو اس حکم سے متنفر کر دیں۔ بال صفائی کے مخالف نہیں ہیں۔ انسان ڈاڑھی رکھ کر بھی صفائی رکھ سکتا ہے۔ اگر ڈاڑھی کو غلیظ رکھا جائے۔ تو یہ اسلام کیلئے نقصان کا موجب ہوگا۔ کیونکہ اس سے لوگوں میں نفرت پھیلیگی اور اس سے لوگوں میں ایسے خیالات پیدا ہوں گے۔ کہ اسلام نے ایسا حکم دیا ہے۔ جس کا نتیجہ غلاظت ہے۔ گو بال رکھنا بجائے خود غلیظ نہیں۔ لیکن اگر ان کا خیال نہ رکھا جائے۔ ان کو صاف نہ کیا جائے۔ تو ان میں غلاظت پڑ جائیگی۔ میرے خیال میں تو اگر انسان باقاعدہ وضو ہی کر لیا کرے۔ تو مزید احتیاط کی صفائی کے لئے ضرورت نہیں رہتی۔ ہمارا ملک گرم ہے اس لئے روزانہ نہانا چاہیئے۔ لیکن اگر کوئی روزانہ نہ نہا سکے تو کم از کم جمعہ کے دن تو ضرور نہا لینا چاہیئے۔ اور خوشبو لگانی چاہیئے۔ جو انسان ایسا کرتا ہے۔ اس کے لئے مجلس میں نفرت نہیں پیدا ہوگی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک احتیاط کی ہے۔ کہ پیاز کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرما دیا ہے۔ اگر انسان شرعی احکام پر عمل کرے۔ تو صاف رہ سکتا ہے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بالوں میں کنگھی کیا کرتے تھے۔ اور خوشبو لگاتے تھے۔ یہ باتیں معاشرت اور تمدن کے لحاظ سے بھی مفید ہیں۔ غرض شریعت کا منشاء یہ ہے کہ صحت اچھی رہے

اور دوسرے یہ کہ غیروں پر برا اثر نہ پڑے۔ پھر یہ بھی ہے۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے جسم کو ایسی ہیئت میں پیدا کیا ہے۔ کہ وہ اشرف المخلوقات ہے۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے۔ کہ اس کے شرف کو قائم رکھیں۔

تیسری بات

خوراک مکان اور اس کے ارد گرد کی صفائی ہے۔ بہت سی بیماریاں اس ملک میں اس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ کہ خوراک اور مکان کی صفائی کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ میرے نزدیک یہ باتیں ایسی ضروری اور مفید ہیں۔ کہ اگر ان پر عمل کیا جائے۔ تو ہماری جماعت معزز بن سکتی ہے۔ خوراک کے اجزاء جو بھی ہوں۔ صاف ہوں۔ جو چیز لی جائے۔ پہلے اسے اچھی طرح صاف کر لیا جائے۔ مزید برآں جو برتن وغیرہ اس میں استعمال کیا جائے وہ بھی صاف ہو جس جگہ کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ وہ بھی صاف ستھری ہونی چاہیئے۔ جہاں صرف باورچیوں پر چھوڑ دیا جائے وہاں صفائی نہیں رہ سکتی۔ معزز گھرانوں کے باورچی خانوں میں صفائی کا خیال نہیں کیا جاتا۔ اور اس طرح عام طور پر غلیظ اجزاء خوراک میں ملکر ایک تو اس کی طاقت نشوونما کو کم کر دیتے ہیں۔ دوسرے بیماری پیدا کرتے ہیں۔ بعض امیر گھرانوں میں ایسی بیماریاں باورچی خانہ کے ذریعہ داخل ہو جاتی ہیں۔ جن کیلئے بظاہر ہونا دار ہونے کا کوئی امکان نہیں ہو سکتا۔ اس کے برعکس میں نے بعض

زمیندار گھرانوں میں

ایسی صفائی دیکھی ہے۔ کہ میں نے یورپ میں بھی ایسی نہیں دیکھی میں نے دیکھا ہے۔ کہ کچے مکان ہیں۔ اور معمولی حیثیت کے لوگ ہیں۔ جن کی جائداد صرف چند ایکڑ زمین ہوتی ہے۔ لیکن ان میں ایسی صفائی ہوتی ہے۔ کہ ایک گھر کی صفائی دیکھ کر [illegible] ایک عزیز نے کہا۔ کہ فرش پر ہاتھ ملو۔ اور دیکھو کہ مٹی تک نہیں لگیگی۔ اور اس مکان میں ہم کوئی اطلاع دیکر نہیں گئے تھے۔ کہ یہ خیال کیا جا سکے کہ ہماری آمد کی وجہ سے صفائی کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ یہ عام حالت تھی۔ تو باورچی خانہ خوراک کے اجزاء۔ پانی سب کے متعلق بہت صفائی کا خیال رکھنا چاہیئے کھانا جب تیار ہو رہا ہو۔ یا تیار ہو چکا ہو۔ تو اس کی بھی پوری حفاظت کرنی چاہیئے۔ مچھر اور مکھیوں سے اسے محفوظ رکھنا چاہیئے بعض ایسی بیماریاں ہیں۔ کہ مچھر اور مکھیوں کے ذریعہ ایک سے دوسری جگہ پہنچ جاتی ہیں۔

چوتھی بات

یہ ہے کہ صفائی کا ایک اہم جزو محلہ یا گاؤں کی صفائی ہے۔ شہروں میں تو میونسپلٹیاں بہت حد تک اس کا اہتمام کرتی ہیں۔ لیکن طبعاً صفائی رکھنے والے بہت کم لوگ ہیں۔ عام طور پر مجبوراً صفائی کرتے ہیں۔ اور جو کرتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم نے بہت بڑا احسان کر دیا۔ گو وہاں بھی حقیقی طور پر صفائی نہیں کرتے۔ لیکن کسی حد تک ہو جاتی ہے۔ مگر دیہات میں اس کا کوئی انتظام نہیں ہوتا حالانکہ کوئی شخص خواہ اپنا جسم۔ خوراک۔ مکان کتنا بھی صاف رکھے۔ پھر بھی

غلاظت کے اثرات کے خطرہ سے باہر نہیں رہ سکتا۔ اگرچہ اس قدر تو نہیں جتنا غلیظ رہنے والوں کے لئے ہوتا ہے۔ پس۔ ہمیں اپنے گاؤں میں ملکر یہ انتظام کرنا چاہیئے۔ کہ سارے گاؤں کو صاف رکھا جائے اور کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ تالاب اور جوہڑ فاصلہ پر ہوں۔ اور ان کے ارد گرد درخت نہ ہوں۔ جن کے پتے اس میں گرتے رہیں۔ اور ان کے کنارے اگر ہو سکے تو پختہ کروئے جائیں۔ اور مہینے دو مہینے کے بعد ان میں صاف پانی گذارنے کا انتظام کرنا چاہیئے۔ جیسے بار کے علاقہ میں نہر کا پانی گذار دیا جاتا ہے۔ اور اگر کسی گاؤں میں یہ حالت ہو۔ کہ پینے کے لئے بھی جوہڑ سے ہی پانی لینا پڑے۔ تو اس صورت میں مویشیوں کے پانی پینے کے لئے علیحدہ جگہ ہونی چاہیئے۔

ہمارے ملک میں بیماریوں کے امکانات اس قدر ہیں۔ کہ اس پر حیرت نہیں۔ کہ ہمارے ملک میں اس قدر بیماریاں کیوں پھیلتی ہیں۔ بلکہ حیرت اس بات کی ہے۔ کہ بیماریوں کو اس قدر عام دعوت دینے کے باوجود یہاں کے لوگوں کا معیار صحت یہ بھی کیوں ہے۔ مکانات کے کمرے بند نہیں ہونے چاہئیں۔ بلکہ روشنی اور ہوا کے آنے جانے کا انتظام ہونا چاہیئے۔ اور احتیاط کرنی چاہئیے کہ غلیظ پانی مکان کے گرد جمع ہو کر دلدل نہ پیدا کر دے۔ یہ احتیاطیں کسی خاص بیماری کے متعلق نہیں۔ بلکہ ایسی ہیں۔ کہ اگر ان پر عمل کیا جائے۔ تو بیماری کا ایسا خطرہ نہیں رہتا۔ جس کا ہمارے ملک میں عام طور پر امکان ہے۔ مکانات ایسے ہونے چاہئیں کہ ہوا روشنی اور دھوپ کا اچھی طرح سے اس میں گذر ہو سکے۔ کیونکہ یہ چیزیں کسی مکان میں جتنی زیادہ داخل ہوں گی۔ بیماری کا امکان اسی قدر کم ہو جائیگا۔

یہ باتیں ابتدائی ہیں۔ اور اگر کوئی ان پر عمل کرے۔ تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس نے صحت کی ابجد پڑھ لی ہے۔ کتاب ابھی نہیں پڑھی۔ مگر ان پر عمل کرنے سے بھی بہت فائدہ ہو سکتا ہے:

ہندوؤں کی ذات پات کے خلاف کوشش

ذات پات کی قیود میں جس قدر ہندو جکڑے ہوئے ہیں۔ شائد ہی دنیا میں کوئی اور قوم ایسی ہو۔ اور یہ ساری جہالت ہندو دھرم کے احکام کی ہے۔ کہ اس کے نزدیک سوائے ایک خاص طبقہ کے باقی انسان انسان کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔ لیکن اب ہندو نہایت سرگرمی کے ساتھ اپنے مذہبی احکام کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان قیود کو توڑ رہے ہیں چنانچہ انڈین نیشنل سوشل کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے ایک مشہور ہندو لیڈر ایم۔ آر جیاکر نے تقریر کرتے ہوئے ذات پات کی قیود کے متعلق کہا

"موجودہ ہندو دھرم کیلئے یہ رواج ایک بدعت ہے۔ اسے دور کرنا چاہئیے ایک کرنے کیلئے کوئی قیمت زیادہ نہیں ہم مکمل آزادی یا نوآبادیات کے درجہ کے حصول کے ریزولیوشن پاس کرتے ہیں۔ لیکن ہم بھول جاتے ہیں۔ کہ سوراجیہ کے حاصل کرنے میں پہلا قدم یہ ہے۔ کہ ذات پات کے رواج کو بند کیا جائے۔ اس کیلئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی ہے۔ جو قواعد تیار کریگی۔"

یہ اس قوم کا حال ہے۔ جس کا مذہب اسے قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ ذاتوں کی تفریق کو مٹا کر سب انسانوں کو انسانیت کے مساوی حقوق دے جائیں۔ لیکن مسلمان جنہیں ان کے مذہب نے ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے۔ اور ذات پات کی کوئی تفریق نہیں رہنے دی۔ ان میں کئی قسم کے ناجائز اور ناروا امتیازات پائے جاتے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ بالکل کھوکھلے ہو چکے ہیں۔ کاش مسلمان اسلام کی اصل تعلیم کی طرف متوجہ

شدھی سماچار کے پرنٹر کی گرفتاری

آل انڈیا شدھی سبھا کے رسالہ "شدھی سماچار" کا وہ ناپاک مضمون جس میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دوسرے اولو العزم انبیاء کرام کے خلاف بھی نہایت دل آزار اور رنجدہ الفاظ استعمال کئے گئے تھے۔ اور جس کے خلاف "الفضل" نے بھی پر زور صدائے احتجاج بلند کی۔ اور اس کے خلاف جلسے منعقد کر کے گورنمنٹ کو توجہ دلانے کی تحریک کی گئی تھی چنانچہ اس پر بہت سے مقامات پر جلسے منعقد ہوئے۔ اس مضمون کے طابع و ناشر چدانند سکرٹری آل انڈیا شدھی سبھا کو ۲۷ دسمبر کلکتہ میں مجسٹریٹ دہلی کے ایک وارنٹ کی بنا پر گرفتار کر لیا گیا۔ وارنٹ گرفتاری زیر دفعہ ۱۵۳-الف و ۲۹۵ تعزیرات ہند جاری کیا گیا تھا۔ سکرٹری آریہ سماج کلکتہ نے ضمانت دے کر چدانند کو رہا کرانا چاہا۔ لیکن وارنٹ بلا ضمانت ہونے کی وجہ سے ضمانت منظور نہ کی گئی۔ اور چدانند کو دہلی بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد دہلی میں آریوں نے دس ہزار کی ضمانت دی۔ جو منظور کر لی گئی۔

اگر آریوں میں مسلمانوں کے مذہبی جذبات اور احساسات کے احترام کا کچھ بھی مادہ ہوتا۔ تو وہ ایسے شخص سے جس نے راجپال، کالی چرن وغیرہ کی فتنہ انگیزیوں کے اثرات دیکھنے کے باوجود نئے سرے سے شر انگیزی کی کسی قسم کی ہمدردی کا اظہار نہ کرتے لیکن آریوں سے اس قسم کی توقع قطعی فضول ہے چنانچہ انہوں نے چدانند سے ہر رنگ میں ہمدردی شروع کر دی ہے۔ اور آریہ اخبار تیج دہلی (۳۱-دسمبر) لکھتا ہے۔

"کل صبح جس وقت شری سوامی چدانند جی مہاراج جنرل سکرٹری بھارتیہ ہندو شدھی سبھا کی کلکتہ میں گرفتاری کی خبر پہونچی۔ تو تمام ہندوؤں میں عموماً اور آریہ پرشوں میں خصوصاً سنسنی پھیل گئی اور ہر ایک کی زبان پر سوامی جی کی گرفتاری کا ہی چرچا تھا۔ سٹیشن پر بہت سے لوگ سوامی جی کے درشنوں کے لئے پہونچے ہوئے تھے"

اس سے ظاہر ہے کہ بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بدزبانی کر کے مسلمانوں کی دل آزاری کرنے میں چدانند اکیلا نہیں۔ بلکہ ہندوؤں اور آریوں کا بہت بڑا طبقہ اس کے ساتھ ہے۔

اگرچہ گورنمنٹ نے بہت دیر کے بعد شدھی سماچار کی فتنہ انگیزی کی طرف توجہ کی ہے۔ لیکن ہمیں امید رکھنی چاہیئے۔ کہ اس شرارت کے سدباب کے لئے پوری کوشش کریگی۔

گورنمنٹ پر اس بارے میں جو فرض عائد ہوتا ہے۔ اس کے لئے وہ ذمہ دار ہے۔ لیکن کیا اس سے اصل شرارت کی جڑ کٹ سکتی ہے۔ قطعاً نہیں۔ اس کے انسداد کا حقیقی طریق وہی ہے۔ جو حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ نے پیش کیا۔ اور جس پر گذشتہ سال عمل بھی کیا گیا۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل شان سے ہندوؤں کو واقف کیا جائے۔ اس غرض کے لئے اس سال بھی ایک مقررہ دن تمام ہندوستان میں جلسے منعقد کرنیکی تحریک کیجائیگی۔ مسلمانوں کو چاہیئے۔ اسے کامیاب بنانیکے لئے ابھی سے تیار ہو جائیں۔

پچھلے دنوں لاہور میں خلافتیوں نے جلسہ منعقد کر کے بالفاظ "زمیندار" جو "خیبر شکن تقریریں" کیں۔ اور جن کے ذریعہ "شہریار غازی کی اصلاحی سرگرمیاں شریعت کی روشنی میں" بیان کیں۔ ان میں علماء نے ایسے نکات بیان فرمائے۔ کہ ان پر ہر وہ شخص جس کے دل میں شریعت اسلامی کی کچھ بھی قدر و منزلت ہوگی۔ ماتم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ایک بہت مشہور مولانا نے یہ بیان کرتے ہوئے۔ کہ شہریار کابل "اگر لڑکوں اور لڑکیوں کو علوم و فنون یا آلات حرب کے استعمال کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے یورپ بھیج رہا ہے۔ تو شرعی حیثیت سے وہ کسی معصیت کا مرتکب نہیں ہوا" فرمایا۔

"ہم غلام ہندوستانی یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ یورپ جا کر ان لڑکیوں کا کیرکٹر اچھا نہیں رہیگا۔ سنو او ہندوستانیو سنو۔ ایک آزاد بدمعاش کا کیرکٹر ایک متقی غلام کے کیرکٹر کی بہ نسبت بدرجہا بہتر ہے" (زمیندار ۲۸ دسمبر ۱۹۲۸ء) انا للہ وانا الیہ راجعون

کوئی شخص ہندوستانیوں کو ان کے حقیقی معنوں کے لحاظ سے غلام نہیں سمجھتا۔ تاہم اگر ہندوستانیوں کو اس وجہ سے غلام کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ ایک غیر ملکی حکومت کے ماتحت ہیں۔ اور اس ماتحتی کی وجہ سے ان میں بڑے سے بڑا متقی بھی ایک "آزاد بدمعاش" سے بدتر ہے۔ تو مولانا موصوف کیا فرماتے ہیں۔ ان اصحاب کے متعلق جو حقیقی معنوں میں غلام تھے۔ مگر باوجود اس کے اسلام میں ان کا بہت بڑا درجہ تھا۔ ابتدائے اسلام میں کئی سعید اور پاکیزہ خصلت انسان کفار کی غلامی میں رہتے ہوئے مسلمان ہوئے۔ اور خود سید ولد آدم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خاص عزت عطا فرمائی۔ لیکن آہ! آج کل کے مولانا کی یہ حالت ہے۔ کہ "متقی غلام" کی نسبت "بدمعاش آزاد" کا کیرکٹر اچھا بتا رہے ہیں۔

ایک طرف بانی شریعت کے عمل کو دیکھئے۔ اور دوسری طرف اس قسم کے علماء کے اقوال پر نظر کیجئے۔ تو صاف معلوم ہو جائیگا۔ کہ بلاشک وشبہ وہ زمانہ آ گیا جس کے متعلق مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ علماءھم شر من تحت ادیم السماء۔ اس وقت علماء کہلانے والے آسمان کی نیلگوں چھت کے نیچے سب سے بدترین مخلوق ہو گئے۔ کیا اب بھی کسی ایسے مصلح کی ضرورت نہیں جو ایسے علماء کے پھندے سے لوگوں کو نکالے۔

انہی مولانا نے یہ بھی فرمایا۔

"ڈاڑھی منڈوانے یا پردہ اٹھانے کے خلاف اعتراض کرنے والے متشددین اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ امان اللہ خاں نے کبھی یہ اعلان نہیں کیا۔ کہ میں جنید بغدادی ہوں۔ میں سید عبدالقادر جیلانی ہوں یا معین الدین چشتی ہوں۔ وہ صرف یہی کہتا ہے۔ کہ میں ایک آزاد مسلمان ہوں۔ اور ہر وقت اپنے وطن کی عزت پر قربان ہونے کے لئے تیار ہوں۔ اس لئے ان چھوٹے چھوٹے امور کا اس سے محاسبہ کرنا بلاوجہ ہے"

اس کے متعلق سوال یہ ہے۔ کہ کیا شریعت اسلامی کے احکام کی پابندی اسی کے لئے ضروری ہے۔ جو جنید بغدادی یا سید عبدالقادر جیلانی یا معین الدین چشتی ہونے کا دعوےٰ کرے۔ یا سب مسلمان کہلانے والوں کے لئے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ خود مولانا اور ان کے ہمخیالوں میں سے بھی کسی نے آج تک اس قسم کا دعوےٰ نہیں کیا۔ پھر کیا وہ بھی اپنے آپ کو ان احکام سے آزاد سمجھتے ہیں۔ اگر غلام ہونے کی وجہ سے ابھی آزاد نہیں سمجھتے۔ تو کیا ہندوستان کو آزادی ملنے پر وہ "ڈاڑھی منڈوانے اور پردہ اٹھانے" کی لہر کا اعلام دینا شروع کر دیں گے۔

ایک اور مولانا نے افغانستان میں انگریزی ٹوپی کو رائج کرنے کا جواز ثابت کرتے فرمایا۔

"شاید ٹوپی کو افغانستان میں عام کرنے سے اعلیٰحضرت کا مقصد یہ ہو۔ کہ اہل مشرق کے دل پر اس ٹوپی کا جو رعب بیٹھ گیا ہے۔ وہ اٹھ جائے فرنگی اور مشرقی میں کوئی ظاہری تمیز نہ ہو۔ افغان للکار کر کہے۔ کہ جیسے تیرے سر پر ٹوپی ہے۔ ویسی میرے سر پر بھی ہے۔ پھر اگر فرنگی کوئی زیادتی کرنا چاہے۔ تو افغان اس کی ناک کی پچی پر اس زور کا گھونسا رسید کرے۔ کہ اسے دن میں تارے نظر آنے لگیں (نعرہ تکبیر)"

ہمارا تو خیال نہیں۔ کہ تاجدار کابل نے انگریزی ٹوپی کا رعب مٹانے کے لئے اس کے پہننے کا حکم دیا ہو۔ کیونکہ اس طرح رعب مٹتا نہیں۔ بلکہ نمایاں ہوتا ہے۔ کیونکہ صدیوں کے لباس کی جگہ نئے لباس کو دے دینے کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ اختیار کردہ لباس کو زیادہ قدر و منزلت کے قابل سمجھا گیا۔ لیکن اگر اس طرح رعب مٹتا ہے۔ اور اس سے افغان اس قابل بن سکتا ہے۔ کہ اگر فرنگی کوئی زیادتی کرنا چاہے۔ تو افغان اس کی ناک کی پچی پر اس زور کا گھونسہ رسید کرے۔ کہ اسے دن میں تارے نظر آنے لگیں۔ تو کیوں مولانا اور ان کے ہمخیال ہندوستانی جن کا بڑے سے بڑا متقی بھی ایک آزاد بدمعاش سے بدتر ہے۔ انگریزی ٹوپی پہن کر اس کا رعب مٹانا نہیں شروع کر دیتے کیا وہ اس پہلو پر غور فرمائیں گے

یہ ہیں ہندوستانی مولاناؤں کے نزدیک "شہریار غازی کی اصلاحی سرگرمیاں"

مختصر رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۹۲۴ء

الحمد للہ ثم الحمد للہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰت والسّلام کا قائم کردہ احمدیہ جماعت کا مرکزی سالانہ جلسہ نہایت عمدگی اور پوری شان و شوکت سے ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۲۴ء کو منعقد ہو کر خیر و عافیت سے ختم ہوا۔ اس جلسہ کی تفصیلی رپورٹ کے لئے مجھے فرصت نہیں اس لئے جلسہ میں شریک نہ ہو سکنے والے اصحاب کی آگاہی کے لئے مختصراً مندرجہ ذیل امور عرض کرنے پر کفایت کرتا ہوں۔

امر اول۔ اس سے تو احباب عموماً مطلع و آگاہ ہیں۔ کہ گو تقریروں کے لحاظ سے جلسہ ۲۶۔ دسمبر سے شروع ہو کر ۲۸۔ دسمبر کو ختم ہو جاتا ہے۔ مگر مہمانوں کی آمد ۲۳ر دسمبر سے شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن اس دفعہ اس لئے کہ سب سے پہلی ٹرین پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ ۱۹۔ دسمبر کو امرتسر سے قادیان تشریف لائے تھے۔ بہت سے بیرونی احباب اس تاریخ حضرت صاحب کی معیت اور دعا میں شریک ہونے کے لئے پہلی ٹرین ہی کے ذریعہ قادیان وارد ہو گئے تھے۔ اور اس طرح ۱۹۔ دسمبر ہی سے مہمانوں کی آمد شروع ہو گئی تھی۔

امر دوم۔ اس دفعہ خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے بٹالہ سے قادیان تک ریل کا اجراء ہوا۔ اور بجائے موٹروں میں تکلیف سے آنے اور ایک ایک روپیہ کرایہ ادا کرنے کے مہمان نہایت آرام اور آسائش سے ریل میں سوار ہو کر خفیف سی رقم خرچ کر کے قادیان میں تشریف لائے۔ مہمانوں کی کثرت کو مدنظر رکھتے ہوئے ریلوے والوں نے بہت آرام پہونچایا۔ جس کے ہم نہایت مشکور ہیں۔

امر سوم۔ اس دفعہ قادیان کے اردگرد کسیر بالکل نہیں ہوئی۔ اس وجہ سے متعدد تشویشناک اعلان اخبار میں کئے گئے۔ اور ممکن ہے۔ بعض کمزور طبیعت اور سردی سے ڈرنے والے معذورین ان اعلانات کی وجہ سے بھی جلسہ پر نہ آ سکے ہوں۔ گو بعد میں یہ اعلان تمام احباب تک پہونچا دیا گیا تھا۔ کہ کسیر کے فقدان کے ایسے اعلانوں سے گھبرانے کی کوئی حاجت نہیں۔ خدا تعالےٰ کوئی نہ کوئی سامان پیدا کر دیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور محض اس کے فضل و کرم سے بجائے کسیر کے کھوری اور پرالی کافی تعداد میں مہیا ہو گئی۔ اور کسی مہمان کو اس وجہ سے تکلیف نہیں ہوئی۔ کھوری تو قادیان کے اردگرد کے دیہات سے نہایت محنت اور کوشش سے مہیا ہوئی۔ اور پرالی کی ایک گاڑی گورداسپور کے اسٹیشن سے اور ایک گاڑی نارنگ اسٹیشن سے قادیان اسٹیشن تک پہونچائی گئی۔ میں تمام جماعتوں اور ان احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کام میں حصہ لیا۔ اس کام میں مدرسہ احمدیہ کے سکاؤٹس اور منشی قاسم علی صاحب پٹواری احمدی نے کافی حصہ لیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

امر چہارم۔ احباب کو یاد ہوگا۔ کہ گذشتہ سال جلسہ گاہ میں جگہ کی قلت محسوس کر کے راتوں رات جلسہ گاہ کو ⅓ حصہ زیادہ کیا گیا تھا۔ مگر اس دفعہ اس وسعت کو شامل کر کے پچھلے سے سوا گنا بڑا جلسہ گاہ بنایا گیا۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر کے وقت اس میں گنجائش نہ تھی۔ اور بہت سے اصحاب باہر کھڑے تھے۔

امر پنجم۔ گو میں نے اخبار میں اعلان کر دیا تھا۔ کہ مکانوں کی قلت کی وجہ سے ہم الگ ٹھہرنے والوں کے لئے مکانات مہیا نہیں کر سکتے۔ مگر پھر بھی کم سے کم نوّے خاندانوں کو ہم نے الگ مکانوں میں ٹھہرایا۔ اور یہ انتظام تو براہ راست ہمارے ماتحت تھا۔ ورنہ قادیان کے ہر احمدی گھر میں مہمان اترے ہوئے تھے۔ اور جماعتوں کے ٹھہرنے کے لئے مدرسہ احمدیہ۔ جامعہ احمدیہ ہائی سکول۔ گرلز سکول۔ بورڈنگ احمدیہ۔ بورڈنگ ہائی اور صدر انجمن احمدیہ کے تمام دفاتر وقف تھے۔ مگر ۲۶۔ دسمبر کی شام کو قریباً سب کمرے ناکافی ثابت ہوئے۔ اور ہر جماعت کی طرف سے نمائندے آنے لگے۔ کہ جائے تنگ است و مردمان بسیار جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ راتوں رات بھاگ دوڑ کر کے احباب سے ان کے مکان خالی کرائے گئے۔ اور مہمانوں کو جگہ دی گئی۔ اور خود صاحب خانہ نے معہ عیال ایک کوٹھڑی میں پرالی بچھا کر بمشکل گذارہ کیا مہمانوں کی اس کثرت کو دیکھ کر اب تو یہی تجویز خیال میں آتی ہے کہ صدر انجمن احمدیہ بہت سی عمارات تعمیر کرائے۔ جن کی سالہا سال سے ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ مثلاً زنانہ ہائی سکول۔ جامعہ احمدیہ۔ انٹرمیڈیٹ کالج۔ یتیم خانہ۔ مدرسہ احمدیہ جس کا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ یہ صیغے بھی اپنا کام کر سکیں گے۔ اور ایام جلسہ میں مہمان بھی ان عمارات میں ٹھہر سکیں گے۔

امر ششم۔ مہمانوں کی تعداد میں اس دفعہ گذشتہ سال سے کم از کم دو ہزار آدمیوں کی زیادتی تھی۔

امر ہفتم۔ اس دفعہ ریل کی وجہ سے متعدد غیر احمدی اور ہندو مہمان تشریف لائے۔ ہندو مہمانوں کے کھانے کا انتظام ہندو باورچی کے ذریعہ کیا گیا۔ ان میں سے خاص طور قابل ذکر شخص لکھ راج صاحب۔ پروفیسر بنارس یونیورسٹی ہیں۔ جو بطور سیاحت امریکہ و یورپ بھی ہو آئے ہیں۔ غیر از جماعت اصحاب میں سے مشہور شاعر شمس العلماء مولانا حالی کے صاحبزادہ خواجہ سجاد حسن صاحب بی۔ اے پانی پتی اور خان بہادر چوہدری محمد الدین صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر ہیں۔

امر ہشتم۔ اس دفعہ بہت سے لیکچراروں کے بیمار ہو جانے کی وجہ سے پروگرام شائع شدہ پوری طرح پورا نہ ہو سکا۔ گو میرا منصب نہیں۔ مگر میں پروگرام مرتب کرنے والوں کی خدمت میں یہ گذارش کرتا ہوں۔ کہ وہ دو قسم کے اصحاب کو تقریر سے مستثنےٰ کیا کریں۔ ایک وہ جن کے سپرد انتظام جلسہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ انہماک کی وجہ سے اپنے دماغ کو تقریر کی طرف متوجہ نہیں کر سکتے۔ اور دوسرے میرے جیسے دائم المرض کمزوروں کو کہ جو پانچ منٹ بولیں۔ تو گلہ بیٹھ جائے۔

امر نہم۔ اس دفعہ ۲۸۔ دسمبر کو بادل گھر آئے۔ اور تھوڑے تھوڑے وقفہ سے بارش ہوتی رہی جس سے دس سے بارہ بجے تک کا اجلاس قدرے بے لطف رہا۔ اس سے ہم کو ایک تہیہ کر لینا چاہیئے۔ اور وہ یہ کہ ہم پوری توجہ اور کوشش سے ایک مسقف جلسہ گاہ تیار کرائیں۔ جس میں نہ گرمیوں کی دھوپ نہ برسات کی بارش نہ سرمائی سردی کا ڈر ہو۔ صرف ہمت کی دیر ہے۔ ہمت مرداں مدد خدا۔ میں صدر انجمن احمدیہ کی خدمت میں بادب ملتمس ہوں۔ کہ وہ اس دفعہ جلسہ گاہ کی تعمیر کو اپنے پروگرام تعمیری میں داخل فرمائے۔

امر دہم۔ ریل کی سہولت کی وجہ سے مستورات اس دفعہ بہت زیادہ تعداد میں باہر سے آئیں۔ اور ۲۶۔ دسمبر کو موجودہ زنانہ جلسہ گاہ جو گذشتہ سال ہر طرح اپنے اندر گنجائش رکھتا تھا۔ بالکل ناکافی ثابت ہوا۔ اور راتوں رات دروازہ بنا کر چٹائیوں کے ذریعہ ایک اور احاطہ کا اضافہ کیا گیا۔ تب جا کر بمشکل مستورات سما سکیں۔ کارکن عورتوں نے ایک دن کوشش کی کہ جلسہ گاہ کی عورتوں کو شمار کیا جائے۔ تو انتظام نہ ہو سکنے کی وجہ سے صرف ایک دروازہ سے گذرنے والی ۳۵۷۵ شمار میں آئیں۔ اندازہ ہے۔ کہ کم سے کم پانچ ہزار عورتیں جلسہ میں شریک تھیں۔ اور اب عورتوں کے جلسہ کا کام اس قدر بڑھ گیا ہے۔ کہ اگلے سال کے متعلق ہم نے مستورات کو اطلاع دے دی ہے۔ کہ اب وہ خود سال بھر کوشاں رہ کر اپنے لئے مستقل نہایت وسیع جلسہ گاہ تیار کرائیں۔ عورتوں کو ٹھہرانے کے لئے تین مرکز قائم کئے گئے تھے۔ ان کا پروگرام اور کام کے نقشہ الگ چھپوائے گئے تھے۔ قادیان کی صدہا عورتیں باقاعدہ مختلف شعبوں میں کام کرتی تھیں۔

امر یازدہم۔ اس دفعہ خدا کے فضل و کرم سے کوئی حادثہ فاجعہ ایام جلسہ میں نہیں ہوا۔ اور یہ محض اس غفور الرحیم کی بندہ نوازی ہے۔ ورنہ منتظمین اپنے نقص عمل کی وجہ سے لرزاں و ترساں تھے۔

امر دوازدہم۔ سب سے اہم اور آخری امر یہ قابل ذکر ہے۔ کہ اس دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی جلسہ سے قبل سے بہت علیل چلے آ رہے تھے۔ اور خوف تھا۔ اور احباب کے دل یہ سوچ کر دھڑکتے تھے۔ کہ کہیں خدا نخواستہ حضور کے کلمات سے دور دراز سے آئے ہوئے لوگ محروم نہ رہیں۔ مگر محض خدا کا فضل و کرم ہے۔ کہ حضور نے جلسہ کا افتتاح فرمایا۔ اور ۲۷، ۲۸ دسمبر کو حضرت کی تقریروں سے بھی لوگ فیضیاب ہوئے۔ بالخصوص ۲۸۔ دسمبر کو بارش اور حضرت صاحب کی طبیعت کی علالت کی وجہ سے

دوسری تقریر ملتوی کر دی گئی تھی۔ اور حضرت صاحب نے ارادہ فرما لیا تھا۔ کہ حضور اپنے مقام سے معین وقت میں دعا شروع کریں اور تمام اصحاب اسی وقت اپنے اپنے کمروں میں دعا کریں۔ مگر خدا تعالےٰ کا ایسا لطف و کرم ہوا۔ کہ حضرت صاحب نے عزم فرمالیا کہ تقریر فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت صاحب جلسہ میں تشریف لے گئے۔ اور دو گھنٹہ تک قرآن شریف کے متعلق قرآنی نکات کا دریا بہا کر تشنہ دوستوں کی پیاس بجھائی۔ الحمد للہ۔ اور حضور کی تقریر پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ اس دفعہ بھی گذشتہ سال کی طرح مہمانوں کے قیام و طعام کا دو جگہ انتظام تھا۔ اندرون شہر اور بیرون شہر۔ دونوں جگہ کے لئے الگ الگ ناظم مقرر تھے۔ باہر صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور میاں عبداللہ خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ اور اندرون شہر مولوی سرور شاہ صاحب۔ میں ان صاحبان کا اور ان کے علاوہ تمام کارکنوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ انہوں نے محنت اور جانفشانی سے اپنے آرام و آسائش کو چھوڑ کر مہمانوں کی خدمت کی۔ بالآخر میں تمام مہمانوں کی خدمت میں بادب ملتمس ہوں۔ کہ وہ للہ ہم کو معاف فرمائیں۔ کیونکہ ہم ہرگز ان کو آرام نہیں پہونچا سکے۔ جگہ پانی۔ صفائی۔ روشنی۔ طعام وغیرہ کے متعلق ہمیں خوب معلوم ہے۔ کہ مہمانوں کو کما حقہ آسائش حاصل نہیں ہوئی۔ اللہ تعالےٰ ہمارے قصور معاف فرمائے۔

خاکسار سید محمد اسحاق ناظر ضیافت قادیان

یاد ایام سابق

منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پورہ جو سابقین میں سے ہیں۔ اپنے ایک تازہ خط میں جو منشی محمد صادق صاحب کے نام ایا تحریر فرماتے ہیں قادیان میں ریل پہونچ گئی ہے۔ پہلے تو کچھ بھی نہ تھا آپ اور ہم اکثر پیدل ہی دیار محبوب میں پہونچ جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں اور منشی ظفر احمد صاحب تھے۔ واپسی کے وقت مجھے زکام تھا۔ اس لئے سواری کی ضرورت ہوئی۔ قادیان میں ایک ہی یکہ تھا۔ وہ بٹالہ گیا ہوا تھا۔ حافظ حامد علی صاحب مرحوم نے کمہار کی دو خچریں کرایہ کر دیں۔ اسی کو غنیمت سمجھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بروقت اجازت دریافت فرمایا۔ کہ سواری کا انتظام ہو گیا۔ جس کا اثبات میں جواب سنکر ہم دونو کو رخصت کر دیا۔ آبادی سے باہر آکر دو خچریں ہمارے لئے تیار تھیں۔ نہ لگام نہ رکاب نہ زین صرف پالان پڑا تھا۔ مجھے اس طرح سوار ہونے کی عادت نہ تھی۔ حافظ صاحب مرحوم سے میں نے کہا۔ کہ منشی محمد خاں صاحب اور منشی اروڑا صاحب جب آئیں۔ تو انکو بھی ضرور یہی سواری دینا تاکہ وہ ہمارا مذاق نہ اڑائیں۔ یہی باتیں کر رہے تھے اور سوار ہونے کی ترکیب اور دو سواریوں کی تقسیم پر بحث ہو رہی تھی۔ کہ بٹالہ سے یکہ آگیا۔ ہم نے گدھے کے بچہ کو چھوڑا۔ کرایہ دیدیا اور یکہ پر سوار ہو گئے پھر ٹمٹم تانگے۔ موٹریں جاری ہوئیں۔ اب ریل پہنچ گئی۔ انشاء اللہ کسی دن ہوائی جہاز آنا شروع ہو جائیں گے۔ کس کس کا خیر مقدم ہم کر سکتے ہیں یہ اللہ کے فضل سے انتہا ہے۔ منشی صاحب قریباً ۔۔ سالہ کی عمر ہیں

ایسٹ افریقہ میں پہلی مسجد احمدیہ

جماعت احمدیہ نیروبی کی طرف سے میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ اور جملہ جماعت احمدیہ کی خدمت میں ایک خوشخبری پہونچانے کے قابل ہوا ہوں۔ اگرچہ یہ خوشکن خبر اپنی نوعیت میں نرالی نہیں۔ مگر جماعت احمدیہ نیروبی کی تاریخ میں ایک عظیم الشان وقعت رکھتی ہے۔

عرصہ قریباً چھ ماہ کا ہوا ہے۔ کہ اخویم مکرم ملک محمد حسین صاحب بیرسٹر و ممبر میونسپل کونسل نیروبی کی مساعی جمیلہ سے ایک قطعہ زمین جو رقبہ میں قریباً ۳/۴ ایکڑ ہے۔ اور بہت خوبصورت اور موقعہ کی جگہ پر واقع ہے۔ برائے تعمیر مسجد احمدیہ میونسپل کارپوریشن کی طرف سے مفت عطا ہوا۔ گذشتہ دنوں میں اس کا ڈیڈ جماعت احمدیہ ایسٹ افریقہ کے معتمدین مکرمی اکبر علی خاں صاحب (ممباسہ) اور اخویم مکرمی جناب سیٹھ عثمان یعقوب صاحب پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ نیروبی) کے نام رجسٹر ہو گیا ہے۔

جماعت احمدیہ نیروبی نے اس عطیہ کو فضل الٰہی جان کر ابھی سے اس مسجد کی تعمیر کی تحریک جاری کر دی ہے۔ کیونکہ آئندہ ۱½ سال میں اس عمارت کو تعمیر کرنا گورنمنٹ کی طرف سے لازمی قرار دیا گیا ہے۔ ورنہ گورنمنٹ اس کو واپس لے لینے کا حق رکھتی ہے۔ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہونچانے کے لئے جماعت کی طرف سے حسب ذیل احباب کی ایک کمیٹی مقرر کر دی گئی ہے:۔

(۱) ملک احمد حسین صاحب چیرمین مسجد کمیٹی (۲) عبدالحکیم صاحب جان ممبر و سکرٹری۔ (۳) سیٹھ عثمان یعقوب صاحب۔ ممبر (۴) ڈاکٹر عمر دین صاحب ممبر (۵) سید معراج دین صاحب ممبر

اندازہ ہے۔ کہ مسجد کی تعمیر پر قریباً ساڑھے بارہ ہزار شلنگ خرچ ہوگا۔ اور احمدی احباب ایسٹ افریقہ سے امید ہے۔ کہ وہ اپنی ایک ایک ماہ کی آمدنی اس فنڈ میں ادا کریں گے۔ جس سے یہ رقم پوری ہو جائے گی۔ ابھی چندہ کی تحریک نیروبی کے اصحاب تک ہی کی جا سکی ہے۔ اور ان میں سے اکثر نے وعدے کر دئے ہیں جنکی فہرست آگے درج ہے۔ یہ سب رقوم ۳۰ جون ۱۹۲۹ء سے قبل ادا کرنے کا وعدہ سب دوستوں نے کیا ہے۔ بعض نے اقساط سے اور بعض نے یکمشت عندالطلب۔

دو تین احمدی احباب نے تاحال وعدہ نہیں کیا۔ مگر امید ہے کہ وہ بھی اس نیک تحریک میں ضرور بہت جلد حصہ لیں گے۔

اگرچہ ایسٹ افریقہ میں آج سے چالیس سال قبل احمدی موجود رہے ہیں۔ اور نیز اوقات بہت ذی اثر و رسوخ اصحاب بھی یہاں رہے ہیں۔ اگر وہ توجہ کرتے۔ تو اس ملک کے ایک ایک گاؤں میں ایک ایک مسجد قائم کر سکتے تھے۔ مگر منشاء الٰہی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کام اس زمانہ کے لئے کہ جو اولوالعزم کا زمانہ ہے مقدر ہو چکا تھا۔ پس اس ملک کے احمدی جن کو اس تحریک میں حصہ لینے کا موقعہ اب ملیگا۔ جتنا بھی خدا تعالےٰ کا شکریہ ادا کریں اور اپنی خوش قسمتی پر خوش ہوں۔ کم ہے۔ مجھے آج سے سات سال قبل کا زمانہ یاد ہے۔ کہ جب نیروبی کے احمدی شہر سے باہر ایک ندی کے کنارے جمعہ کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ روزانہ نمازوں کا باجماعت ادا کرنا تو ناممکن ہی تھا۔ مخالفین طنزاً کہا کرتے تھے کہ احمدی جماعت کو جمعہ کی نماز تک کے لئے جگہ میسر نہیں۔ جہاں باقی دنوں میں تاش اور شطرنج کھیلا جاتا ہے۔ وہاں احمدی جمعہ کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ لاکھ لاکھ شکر ہے اللہ تعالےٰ کا کہ جس نے اپنی صفت رحیمیت سے کام لے کر ہمیں یہ جگہ جو ہماری موجودہ ضروریات اور آئندہ کے چند سالوں کے لئے کفایت کرے گی۔ عطا کر دی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

آج سے چند سال قبل جماعت احمدیہ ایسٹ افریقہ نے ملک کے دارالخلافہ نیروبی کے عین مرکز میں ایک ہال آٹھ نو سو پونڈ میں خریدا تھا۔ اللہ تعالےٰ سب دوستوں کے کاموں میں برکت دے۔ آمین

بالآخر احمدیان ایسٹ افریقہ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ اگر سہواً ان کی خدمت میں اس تحریک کو انفرادی طور پر نہ پہونچایا گیا ہو۔ تو وہ خود اس میں مدد کرنے کے ارادہ سے خاکسار کو اطلاع دیدیں۔ جو مزید کارروائی ہوگی۔ اس کی رپورٹ انشاءاللہ وقتاً فوقتاً الفضل میں بغرض اشاعت ارسال ہوتی رہے گی۔

سب جماعتوں کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ وہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مسجد کی تعمیر میں سہولتیں پیدا کر دے۔ اور اس ملک کے لئے یہ مسجد جو سب سے "پہلی احمدیہ مسجد" ہوگی۔ بابرکت کرے اور خلق اللہ کی ہدایت کا مرکز ہو۔ آمین

خاکسار ملک احمد حسین چیرمین مسجد کمیٹی نیروبی

فہرست وعدہ ہائے چندہ مسجد احمدیہ نیروبی

نمبر ۱

نام	رقم	
۱۔ سیٹھ عثمان یعقوب صاحب	۱۰۰۰	شلنگ
۲۔ ملک محمد حسین صاحب بیرسٹر	۱۰۰۰	"
۳۔ دوست محمد صاحب اینڈ برادران	۵۰۰	"
۴۔ ملک احمد حسین صاحب	۵۵۰	"
۵۔ سید سلیم شاہ صاحب	۲۲۵	"
۶۔ سید محمد شریف صاحب	۲۵	"
۷۔ چوہدری عبدالواحد صاحب	۲۳۰	"
۸۔ عبدالحکیم جان صاحب	۳۰۰	"
۹۔ ملک عبدالکریم صاحب	۲۰۰	"
۱۰۔ ملک عبدالحمید صاحب	۲۰۰	"
۱۱۔ محمد اشرف صاحب	۴۰	"
۱۲۔ چوہدری عبدالسلام صاحب بھٹی	۳۴۰	"
۱۳۔ محمد عارف صاحب	۱۵۰	"
۱۴۔ شیخ محمد صدیق صاحب	۴۰	"
میزان	۴۸۰۰	شلنگ

ہو گئی۔ بزرگوں کی روشنی نے مجھ کو رلا دیا۔ سب اپنے اپنے وقت میں یاد آتے ہیں۔ اور میری موت گویا دہرائی جاتی ہے۔ لیکن پیارے مسیح کی یاد آتی ہے۔ [illegible]

زار روس کی زندگی کے آخری عبرتناک ایام

انبیاء کی صداقت کیلئے منجملہ دیگر نشانات اور دلائل کے ان کی پیشگوئیاں بھی ایک زبردست ثبوت ہوتی ہیں۔ انبیاء کی پیشگوئیوں کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ ان کی بنیاد ظاہر احالات اور پیش آنے والے واقعات پر نہیں ہوتی۔ اور ان کے متعلق کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ روزمرہ کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اور سیاسیات حاضرہ پر غور کر کے ایک زیرک اور فہیم شخص نے اپنی دماغی قابلیت کے باعث ایک نتیجہ اخذ کر کے قبل از وقت بیان کر دیا تھا۔ ماموربن من اللہ کے ایسے قبل از وقت بیان کردہ اور ظاہر احالات کے بالکل مخالف اور قطعاً ناممکن امور کا صاف اور واضح طور پر پورا ہونا اور ایسی صورت میں وقوع پذیر ہونا کہ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی باقی نہ رہے۔ اس امر کا زبردست ثبوت ہوتا ہے۔ کہ ان کا تعلق ایک ایسی ہستی کے ہے۔ جس کے ہاتھ میں تمام طاقتیں اور قوتیں ہیں۔ اور جسے قادر مطلق اور مالک الکل ہونے کے ساتھ اس بات پر پوری طرح قدرت حاصل ہے۔ کہ جس بات کا فیصلہ کرے کہ یہ یوں ہوگی۔ بادی النظر میں اہل دنیا کو خواہ وہ کس قدر ناممکن اور محال نظر آئے۔ وہ اسی طرح ہو کر رہتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہی خوب فرمایا:۔ ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا اسے ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

یورپ کی مملکت روس سے کون واقف نہیں جس کی وسعت کا مقابلہ براعظم یورپ کی دیگر کئی سلطنتیں مل کر بھی نہیں کر سکتیں۔ روس بلحاظ شان و شوکت اور رعب و داب یورپ کی بڑی بڑی سلطنتوں کے ہم پلہ ہے۔ ایسی طویل و عریض مملکت کا واحد مالک مختار کل اور فرمانروا ظاہر ہے۔ کہ کس قدر طاقت و قوت اور اختیارات کا مالک ہو سکتا ہے۔ نکولس دوم ۱۹۱۷ء کے آخر تک اس ملک کا شہنشاہ تھا۔ اس کے پاس اس قدر زبردست اور آلات جنگ سے پوری طرح مسلح افواج تھیں۔ کہ اس کے زمانہ حکومت میں کسی کو یہ وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ کہ یورپ کی کئی زبردست طاقتیں اپنی پوری قوتوں کو مجتمع کر کے بھی اس کی شان و شوکت کو خاک میں ملانا تو در کنار کوئی معمولی سے معمولی صدمہ بھی پہونچا سکتی ہیں۔ اور فوجی لحاظ سے جو تفوق اسے حاصل تھا۔ اس کے پیش نظر تو اس کی بھی امید نہ کی جا سکتی تھی۔ کہ کوئی حکومت اس سے برسرپیکار رہنے کی جرأت کر سکے گی ؞

ان حالات میں جبکہ یہ نکولس دوم یعنی زار روس اوج قدر عروج پر تھا۔ ایک ایسے انسان نے جو دنیا سے الگ تھلگ ایک گمنام گاؤں میں سکونت پذیر تھا۔ اور جسے سیاسی لحاظ سے دنیا میں قطعاً کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ دعویٰ کرتا ہے۔ اور پھر پورے زور کے ساتھ اس کی تشہیر کرتا ہے۔ کہ مجھے قادر مطلق اور حی و قیوم خدا نے یہ اطلاع دی ہے۔ کہ دنیا پر ایک ایسا تباہی خیز زمانہ آنے والا ہے۔ جب ایک نہایت خونریز جنگ ہوگی۔ جو بڑی بڑی سلطنتوں کی بنیادیں ہلا دیگی۔ خون کے دریا بہیں گے عظیم الشان تغیرات ہوں گے منجملہ ان تغیرات کے ایک یہ بھی ہوگا۔ کہ زار روس کی جو اس وقت زبردست سطوت و جبروت کا مالک ہے۔ حالت نہایت ہی زار ہو جائیگی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

نکولس دوم کی زندگی کے آخری دنوں کے حالات جبکہ وہ ایک قیدی کی حیثیت سے رہتا تھا۔ اس کے ان ایام کے جیلر نے ماسکو کے ایک سرکاری رسالہ میں شائع کئے ہیں۔ جو اس کے حوالہ سے انگریزی اخبار سٹیٹمین (۱۶ ستمبر) میں چھپے ہیں۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ خدا تعالےٰ کے فرستادہ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کس قدر وضاحت سے پورے ہوئے۔ اور زار روس کی حالت کس درجہ زار ہوئی۔ اس مضمون سے چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں:۔

ایام حکومت میں بڑے بڑے امرا اور لارڈوں کو زار کے در دولت تک رسائی مشکل ہوتی تھی۔ اور وہ اس کی باریابی کو اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھتے تھے۔ لیکن انجام کار اس کی کیا حالت ہوئی۔ جیلر مذکور جو ایک عام اور معمولی خادم کو ساتھ لیکر اس کے کمرہ میں گیا تھا۔ لکھتا ہے:۔

"ہم نے مسرت و استعجاب سے دیکھا۔ کہ ہمارا رفیق گودیو نکولس دوم شاہنشاہ روس سے آگے کر ہاتھ ملاتا ہے۔ اور مساویانہ سلام کرتا ہے۔ یو گودیو نے خاندان کے باقی افراد کے لئے اپنے آپکو کچھ خم کیا۔ چاروں لڑکیاں یکدم اس طرح بیٹھ گئیں۔ گویا جنگی پریڈ پر افسر کا حکم بجا لا رہی ہیں"

ایک معمولی خادم کا زار روس سے مساویانہ سلام کرنا اور زار کی لڑکیوں کا اس کی تعظیم کے لئے اس طرح جھکنا نہایت ہی عبرت خیز امر ہے۔

ایک اور موقعہ پر جب زار کو ایک دوسرے مقام پر منتقل کیا جا رہا تھا۔ اور اس کے لئے اسے سفر کی تیاری کا حکم دیا گیا۔ تو چونکہ ولیعہد اس کا بیٹا بہت سخت بیمار تھا۔ اس نے سفر پر روانہ ہونیسے انکار کر دیا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے جیلر مذکور لکھتا ہے۔

"ہم نے یاکودلیو سے کہا۔ تم جا کر زار سے صاف صاف کہدو کہ اگر بخوشی سفر کے لئے آمادہ نہیں ہوتا۔ تو زبردستی ہم اسے لے جائینگے اس صورت میں اپنے خاندان کا ایک آدمی بھی ساتھ نہیں لیجانے پائیگا"

چنانچہ اس شاہنشاہ کو جس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کچھ ہی دن قبل ایسا اٹل حکم سمجھے جاتے تھے جن سے لاپرواہی کی سزا موت سے کم نہ تھی۔ وہ آج ان معمولی نوکروں کے حکم سے مجبور ہو کر اپنے لخت جگر کو بستر مرگ پر چھوڑ کر شین گنوں کے پہرہ میں دوسرے جیل خانہ میں منتقل ہونے پر مجبور ہو گیا۔ جب یہ لوگ دوسرے جیل یعنی مقام "اکاٹرن برگ" پہونچ گئے۔ تو

"یہاں تمام جھوٹے اور بے معنی القاب موقوف کر دئے گئے اور قیدیوں کو ان کے اصل ناموں سے پکارا جانے لگا۔ حتیٰ کہ ان کے نوکروں کو حکم دیا گیا۔ کہ القاب و آداب استعمال نہ کریں"

اس سے بڑھکر اس کی حالت زار کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ جب اس کی کسی غلطی کی وجہ سے جیلر مذکور نے بجائے اس کے کمرہ میں جا کر استفسار کرنے کے اسے اپنے دفتر میں طلب کیا۔ اور سخت باز پرس کی۔ جس کا جواب زار نے ان الفاظ میں دیا۔

"میں شرمندہ ہوں۔ پھر کبھی ایسا نہیں کروں گا"

قصہ کوتاہ یہ بدنصیب خاندان اسی طرح ذلت و رسوائی سے کچھ عرصہ جیل میں زندگی بسر کرنے کے بعد ۲ ارجون ۱۹۱۸ء کو اسی مقام "اکاٹرن برگ" میں نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار ؞

ان واقعات کو بیان کرنے کے بعد جو زار روس کی زندگی کا نہایت عبرتناک مرقع ہیں۔ اور جو اس کی حالت زار کا صحیح مگر نہایت ہی دلدوز نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ صاحب بصیرت لوگوں سے ہم عدل و انصاف کے نام پر دریافت کرتے ہیں۔ کہ اس شخص کے متعلق دیانتداری سے وہ کیا رائے دیتے ہیں۔ جس نے کئی سال قبل زار روس کی اس حالت سے اہل دنیا کو مطلع کر دیا تھا۔ اگر یہ شخص ماہر سیاسیات ہوتا۔ تو یہ کہنے کی گنجائش ہوتی۔ کہ اس نے سیاسی حالات کی بناء پر ایسا کہہ دیا ہوگا۔ یا اگر وہ کوئی ایسی بات کہتا۔ جو روزمرہ کے حالات کے مدنظر یقیناً ظاہر ہونے والی ہوتی۔ تو بھی ایک بات تھی۔ یا کم از کم اگر اس کے پاس ایسے لوگ جمع ہوتے۔ جو ایسی باتوں میں اس کی رہنمائی کر سکتے۔ تو بھی امکان تھا۔ لیکن جب اس پیشگوئی کی نوعیت بالکل مختلف ہے۔ اور اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اس اقرار کے سوا کہ اس شخص کا تعلق واقعی عالم الغیب اور قادر مطلق خدا سے تھا۔ اور یہ پیشگوئیاں اسی کے عطا کردہ علم کی بناء پر تھیں۔ کوئی چارہ ہی نہیں تو انصاف و دیانت اور خشیت الٰہی کا تقاضا ہونا چاہیئے۔ کہ اس کی صداقت کا اقرار کیا جائے۔ اور اس کی باتوں پر ایمان لایا جائے کیونکہ یہ باتیں گو اس کے منہ سے نکلیں۔ لیکن خدا کی طرف سے تھیں اور خدا کے کلام کا انکار کرنے والوں کو زار روس کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے ؞

لولاک لما خلقت الافلاک

ایک روز یافا کے ایک تاجر نے مجھ سے دریافت کیا۔ کہ کیا لولاک لما خلقت الافلاک جو علماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتے ہیں۔ صحیح ہے۔ میں نے کہا۔ حدیث قدسی میں یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وارد ہوئے ہیں۔ تب اس نے کہا میرے نزدیک تو یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ ایک شخص کے نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالے تمام مخلوقات بنانا چھوڑ سکتا تھا۔ میں نے اسے سمجھانا شروع کیا۔ مگر اس کی میرے جواب سے تسلی نہ ہوئی۔ تب اچانک میرے دل میں اس کے متعلق ایک مضمون القاء کیا گیا جسکو میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس وقت وہ میرے فکر کا نتیجہ نہ تھا جس سے اس کی تسلی ہوئی۔ اور نہایت خوش ہوا۔ اور وہ یہ ہے۔

قاعدہ ہے۔ کہ جب کوئی شخص کسی کام کو شروع کرتا ہے۔ تو وہ چاہتا ہے۔ کہ اسے کمال تک پہونچائے۔ ایک گھڑی ساز چاہتا ہے۔ کہ وہ ایسی گھڑی بنائے جو ہر وجوہ کامل ہو۔ اور اس میں کسی قسم کا نقص باقی نہ رہے۔ مگر چونکہ انسان بلحاظ علم اور قدرت کے کامل نہیں ہے اس لئے اس کی بنائی ہوئی چیزوں کا امتداد زمانہ سے نقص ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ اور تدریجی ترقی جاری رہتی ہے۔ بہرحال کوئی عاقل یہ پسند نہیں کرتا۔ کہ اس کی شروع کردہ صنعت میں کسی قسم کا نقص باقی رہے اگر کوئی چیز اس کے وقوع ارادہ میں مانع ہو سکتی ہے۔ تو وہ عدم علم یا عدم قدرت ہے۔ مگر اللہ تعالے چونکہ حکیم و قادر ہے۔ اس لئے جب اس نے اپنی صفت خالقیت کا ظہور کیا اور آسمانوں اور زمینوں کو بنا کر اشرف المخلوقات انسان کو پیدا کیا۔ تو ضروری تھا۔ کہ وہ اس کام کو منتہائے کمال تک پہونچاتا۔ اور اس کامل فرد کو پیدا کرتا۔ جو منتہائے کمالات انسانی ہو۔ اور اس سے بڑھکر کوئی انسان کامل نہ ہو سکے۔ اور وہ بشر کامل آنحضرت صلعم کا ہی پاک وجود تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا لولاک لما خلقت الافلاک۔ کہ اگر تیرا پیدا کرنا میرے مدنظر نہ ہوتا۔ تو میں مخلوقات کا سلسلہ ہی شروع نہ کرتا۔ کیونکہ تو مخلوقات میں سے بلحاظ کمالات کے آخری نقطہ ہے۔ جس پر تمام بلندیاں اور درجات ختم ہیں۔

اس میں شک نہیں۔ کہ آسمان اور تمام بلندیاں سورج چاند وغیرہ سب انسان کی خاطر پیدا کئے گئے۔ اور صرف اسے ہی حامل امانت قرار دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا۔ کہ ہم نے ایک امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی۔ تو انہوں نے (بزبان حال) اس کے اٹھانے سے انکار کیا۔ اور ڈر گئے۔ اور انسان نے اسے اٹھالیا۔ کیونکہ وہ ظلوم اور جہول تھا۔ یعنی خدا تعالے کے لئے اپنے نفس پر سختی کر سکتا تھا اور غیر اللہ کو بالکل بھولجانے والا تھا۔ اور اس کے اندر اس بات کا مادہ رکھا گیا تھا۔ کہ وہ خدا تعالے کی محبت کے لئے اس کے سوا اپنی دوسری محبوب چیزوں کو چھوڑ دے۔ پس وہ چیز جو خدا تعالے کے چشمہ سے نکلی تھی۔ یعنی شریعت الہی جو سراسر خیر اور صلاحیت اور برکت کی چیز اور مجسم نور تھی۔ اس کو صرف انسان نے قبول کیا۔ کیونکہ وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو صفات ظلوم اور جہول میں ودیعت کیا گیا تھا۔ انسان کے سوا کسی اور کو عطا نہ کیا گیا تھا۔ اور اس کو پورے طور پر ادا کرنے والا انسان کامل ہی تھا جس نے امر امانت کو کما حقہ ادا کیا۔ قولی لحاظ سے کہ اسے کامل شریعت دی گئی۔ اور فعلی لحاظ سے کہ اس نے اس کے مطابق اپنی زندگی کو بنایا۔ اور اپنی ہر حرکت وسکون قیام وقعود۔ اور گفتار وسکوت کو اللہ کی رضا کے ماتحت کر دیا۔ اور دشمنوں کے سامنے علی الاعلان کہدیا ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔ کہ میری نماز اور میری عبادتیں اور میری قربانیاں اور میری زندگی اور میری موت اس اللہ کے لئے ہے۔ جو میرا ہی رب نہیں۔ بلکہ تمام جہانوں کا رب ہے۔ اور اس نے تمام دنیاوی محبوبوں کو اس ازلی محبوب کی یاد میں بھلا دیا۔ راتوں کو اس کی یاد سے زندہ کیا اور باوجود بادشاہ ہونے کے نرم بستر پر سونے سے اجتناب کیا۔ تا اپنے محبوب حقیقی کی یاد سے غافل نہ ہو۔ یہانتک کہ اپنی ازواج مطہرات سے بھی کہدیا۔ کہ اگر تم دنیا کی زینت چاہتی ہو۔ تو پھر میرے پاس تمہارا رہنا مناسب نہیں ہے۔ غرضیکہ آپ پر تمام مراتب عبودیت ختم ہو گئے۔ اور آپ ہر رنگ میں کامل ثابت ہوئے۔ ؎

شد عیاں از وے علی الوجہ الاتم ۔ جوہر انساں کہ بودے مضمرے
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال ۔ لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے
آفتاب ہر زمین و ہر زماں
رہبرے ہر اسود و ہر احمرے
(از مسیح موعود علیہ السلام)

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وعلی عبدک المسیح الموعود وبارک وسلم

خادم جلال الدین شمس احمدی از حیفا فلسطین

علامہ حافظ روشن علی صاحب کی علالت

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر احباب کو معلوم ہو چکا ہے۔ کہ حضرت حافظ روشن علی صاحب کی تقریر نہیں ہوئی۔ جس کی وجہ ان کی علالت طبع ہے۔ چونکہ احباب کو ایسے قیمتی وجودوں کی علالت کے متعلق تفصیلی حالات معلوم کرنے کی خواہش ہوتی ہے۔ اس لئے تحریر کیا جاتا ہے۔ کہ حافظ صاحب کو پہلے کئی سالوں سے ذیابیطس کا عارضہ لاحق ہے۔ لیکن بوجہ اس کے کہ آپ دماغی محنت میں مصروف رہتے تھے۔ ایک طرف تو علاج کی طرف پوری طور پر توجہ نہ کر سکے۔ دوسری طرف اصل مرض سے زیادہ اور خطرناک عوارض پیدا ہو گئے۔ چنانچہ آج سے قریباً ڈیڑھ سال قبل سے آپ کے قارورہ میں علاوہ شکر کے ایلبومن خارج ہونے لگ گئی۔ اور گذشتہ ماہ رمضان سے چند ماہ قبل آپکو اعصابی قسم کے عوارض بھی پیدا ہو گئے۔ اور گردے میں رکاوٹ کی وجہ سے خون میں زہریلے مواد کے رک جانے پر دل اور دماغ پر زہریلا اثر نمودار ہونے لگ گیا۔ اس وقت سے حافظ صاحب کے متعلق زیادہ تشویش پیدا ہو گئی۔ چنانچہ ایک طرف تو علاج میں زیادہ کوشش کی گئی۔ دوسری طرف آپ کی مشقت میں کمی کرائی گئی۔ گذشتہ ماہ رمضان میں درس جو پورے قرآن کریم کا حافظ صاحب کئی سالوں سے دیا کرتے تھے۔ اس طرح پر ہوا کہ ایک شخص قرآن کے ایک پارہ کی تلاوت کرتا تھا۔ دوسرا ترجمہ بعد حافظ صاحب تفسیری امور بیان فرما دیتے۔ گذشتہ گرمیوں میں صحت کی ترقی کے لئے حافظ صاحب کشمیر تشریف لے گئے۔ لیکن اتفاق سے اس تبدیل آب وہوا سے بجائے فائدہ کے نقصان پیدا ہوا۔ مثلاً دل کی حرکت کا تیز ہو جانا تنگی تنفس اور قے کا آنا۔ اس قسم کا دورہ دو تین ہفتہ بعد ہو جاتا رہا۔ اس وجہ سے انہیں چھ ماہ کی رخصت دلائی گئی۔ جس قدر سردی تیز ہوتی گئی۔ زہر کے اثرات کا زیادہ سے زیادہ خطرہ ہوتا چلا گیا۔ اور علاج میں بھی زیادہ کوشش کی گئی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے حافظ صاحب کے علاج میں خاص توجہ کرنے کے لئے علاوہ ناچیز راقم کے جناب ڈاکٹر سید حبیب اللہ شاہ صاحب و حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کو بھی ارشاد فرمایا۔ حضور نے فرمایا۔ حافظ صاحب سلسلہ کے خاص عالم ہیں۔ مشورہ کے ساتھ علاج جاری تھا۔ اور جلسہ سے چند روز قبل جو خطرہ والی حالت پیدا ہو گئی تھی۔ اس میں کسی قدر افاقہ ہو جانے کی وجہ سے حافظ صاحب کسی قدر جلسہ سالانہ میں بھی شمولیت اختیار کرتے رہے۔ لیکن جلسہ سے اگلے روز یعنی ۲۹ دسمبر کی شام کو آپ کے دماغ میں جریان خون کا عارضہ ہوا۔ جس کی وجہ سے دائیں اعضاء کا فالج ہو گیا۔ اور گویائی میں بہت فرق آگیا لیکن چند گھنٹہ بعد بعض خطرناک علامات کم ہو گئیں۔ احباب سے درخواست ہے۔ کہ حافظ صاحب کی صحت کے لئے درد دل کے ساتھ کئی دن تک دعاؤں میں لگے رہیں۔ تا کہ اللہ تعالے اس قیمتی وجود کو صحت عطا فرمائے۔

خاکسار حشمت اللہ ناچیز خادم

جماعت احمدیہ یادگیر کا سالانہ جلسہ

جناب سیٹھ حسن صاحب یادگیر سے بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں:-

انجمن احمدیہ یادگیر نے ۱-۲-۳ر دسمبر کو اپنا اٹھائیسواں سالانہ جلسہ منعقد کیا۔ مختلف جماعتوں سے نمائندے شریک ہوئے۔ مولوی سید بشارت احمد صاحب وکیل ہائیکورٹ اور مولانا نیر نے تقاریر فرمائیں۔ مولانا نیر نے لینٹرن سلائیڈز سے بھی تقریر کی۔ بڑے بڑے سرکاری عہدیدار شریک ہوئے۔ اور کارروائی کو بنظر استحسان ملاحظہ کیا۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام کی سالگرہ بھی ۲۱ کو تھی۔ مولانا نیر نے لینٹرن سلائیڈز سے آپ کے حسن نظام پر دلکش تقریر کی۔ اور دعا مانگی گئی۔ تمام کارروائی نہایت کامیاب رہی۔

تلوار کی اجازت

صاحبان مجھے تلوار کے متعلق زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے بھیرہ کی تلواروں کی تعریف فرمائی ہے اور سفارش کی ہے۔ کہ احمدی صاحبان بھیرہ کی تلواریں خریدیں۔ کچے لوہے کی تلواروں سے خبردار رہیں۔ ہماری رعایتی قیمتیں آٹھ روپے دس روپے اور بارہ روپے ہوگی۔ ذیل کے اضلاع مستثنےٰ ہیں۔ جھنگ۔ میانوالی۔ مظفر گڑھ۔ ڈیرہ غازیخان۔ انبالہ۔ شملہ۔ حصار۔ کانگڑہ۔ گڑگانواں۔ گورداسپور۔ سیالکوٹ۔ گجرات۔ گوجرانوالہ۔ جالندھر۔ جہلم۔ رہتک۔ سلرہانہ۔ اٹک

المشتہر

اے۔ جے فضل احمد اینڈ سنز کارخانہ تلوار بھیرہ ضلع شاہپور

بعدالت جناب خان بہادر سردار محمد علی خانصاحب باختیار جج مطالبہ خفیفہ ٹانک

نمبر مقدمہ ۲۵۶ دیوانی خفیفہ سال ۲۸-۱۹۲۹ء

بھائی جے سنگھ ولد بھائی کشن سنگھ ذات سیٹھی سکنہ کرہ بجوج تحصیل ٹانک مدعی

بنام

عظیم خاں ولد غلام حیدر خاں ذات ڈوم سکنہ کرمی عشقی داخلی ڈرسیون تحصیل ٹانک مدعا علیہ

دعوے دلانے مبلغ ۹ روپے بروئے حساب بندی نقل مسلکہ عرضی دعوے

اشتہار زیر دفعہ ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

اندرین مقدمہ عرصہ سے مدعا علیہم کے نام سمن ہو رہے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ سمن کی خبر پا کر دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کر رہا ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا عظیم مدعا علیہ مذکور کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ اگر مدعا علیہ ۱۰ جنوری ۱۹۲۹ء کو حاضر ہو کر جوابدہی نہیں کریگا۔ تو اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۲۸ء مہر عدالت

آج ہمارے حکم و دستخط سے جاری ہوا۔ دستخط بخط انگریزی

ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر

مجھے اپنے دو نارمل پاس بھائیوں کے لئے جن کی عمر ۲۰ اور ۱۸ سال ہے۔ رشتے کی ضرورت ہے۔ دونوں برسر روزگار ۲۵-۲۵ روپے ماہوار پر ملازم ہیں۔ خط و کتابت کے لئے یہ پتہ ہے۔

رفیع الدین جنجوعہ منشی فاضل مقام جھاوریاں ضلع شاہپور

اعلان نکاح

میاں محمد حسین ولد میاں محمد احسن صاحب احمدی مردان کا نکاح مساۃ سکینہ بی بی بنت علی محمد صاحب احمدی گنج کے ساتھ چار صد حق مہر پر مولوی سرور شاہ صاحب نے مسجد مبارک میں پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ محمد حسین احمدی نقشہ نویس پشاور دفتر نہر

ضرورت ہے

امیدواروں کی جو ٹیلیگراف و اسٹیشن ماسٹری کا کام ریلوے گورنمنٹ و محکمہ نہر کی ملازمت کے لئے سیکھنا چاہیں۔ کرایہ ریل کالج دیگا۔ قواعد دو آنہ کے ٹکٹ بھیجکر طلب کریں:

پتہ:۔ امپیریل ٹیلیگراف کالج دہلی

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

دوا آسٹرٹن

یہ ایک بہت ہی اکسیر صفت مرکب ہے۔ جو زمانہ حال کے ماہرین علم سائنس کی بالکل نئی ایجاد ہے۔ یہ جرمن کی شہرۂ آفاق دوا یوہمن اور جوان حلال جانوروں کے غدودوں کے جوہر سے جو سائنٹفک طریقہ سے حاصل کئے گئے ہیں۔ تیار کی گئی ہے۔ بہت ہی زود اثر اور قیمتی چیز ہے۔ اعضاء رئیسہ و شریفہ کو نئے سرے سے جو ترقی اور ان میں نئی زندگی پیدا کرتی ہے۔ پہلی ہی خوراک میں اپنا اثر دکھاتی ہے۔ اسمیں بہت سے نمایاں فوائد پوشیدہ ہیں جو انشاء اللہ استعمال کرنے پر ہی ظاہر ہو سکتے ہیں۔ یہ ایک علاج بالمثل ہے جو یقینی طور پر بے نظیر و بے خطا ثابت ہوا ہے۔ آپ ضرور تجربہ کریں۔ قیمت فی شیشی ۵ گولی رفاہ عام کیلئے صرف ۵ روپے علاوہ محصولڈاک۔ المشتہر ایم غلام احمد ۵۵ گوالمنڈی لاہور

قادیان میں سکنی اراضی

قادیان ریلوے لائن ۲۰ دسمبر ۱۹۲۸ء سے کھل گئی ہے۔ اس وقت تک اسی خیال سے سکنی اراضی کی فروخت روک رکھی تھی۔ کہ ریلوے لائن کھل جائیگی۔ تو اس وقت کے حالات کے ماتحت نئے نقشے بنا کر اور نئی شرح طے کر کے قطعات کی فروخت کا اعلان کیا جائیگا۔ سو اب احباب کی اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ کہ محلہ دارالبرکات میں جو ریلوے سٹیشن کے عین سامنے اور اس کے بالکل قریب ہے۔ قطعات قابل فروخت موجود ہیں۔ ریلوے روڈ پر بھی جو محلہ دارالبرکات اور محلہ دارالفضل کے درمیان واقع ہے۔ اور اندر کی طرف بھی قیمت موقعہ اور حیثیت کے لحاظ سے الگ الگ مقرر کر دی گئی ہے۔ جو بذریعہ خط و کتابت معلوم کی جا سکتی ہے۔ خواہشمند احباب مجھ سے یا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل سے خط و کتابت فرمائیں

مرزا بشیر احمد قادیان پنجاب

مسلم لیگ کلکتہ کی کارروائی

کلکتہ - ۲۶؍ دسمبر جناح مسلم لیگ کا اجلاس زیر صدارت مہاراجہ محمود آباد منعقد ہوا - مندوبین کی تعداد پانسو تھی۔ سر عبدالرحیم اور علی برادران نے اجلاس میں شرکت نہیں کی۔ حاضرین میں مسٹر فضل الحق - سر علی امام - حاجی اسمٰعیل چوہدری سیٹھ عبداللہ ہارون قابل ذکر ہیں۔ مہاراجہ محمود آباد نے ایک فرقہ کے مطالبہ آزادی کا ذکر کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا ایسی حالت میں جبکہ ہندوستانی قومیت شیر خوارگی کی حالت میں ہے - اور جبکہ اسے منزل تک پہونچنے کے لئے ایک پر آزمائش حالت سے گذرنے کی ضرورت ہے۔ انگلستان سے قطع تعلق کر لینا۔ کہاں تک مناسب ہے نہرو رپورٹ نے تمام سیاسی آزادی کے وہ ذرائع بہم پہنچا دئے ہیں جو مکمل آزادی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اگر نہرو رپورٹ نامنظور ہو کر داخل دفتر ہو گئی - تو اس سے قومی مطالبہ پاش پاش ہو جائیگا۔

مہاراجہ صاحب محمود آباد نے کہا۔ پچھلے بیس سال کے دوران میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس کبھی اس قدر اہم اور امکانات سے لبریز نہیں ہوا ہے۔ جس قدر آج کا اجلاس ہے ہر حلقے سے مختلف خیالات ظاہر کئے جا رہے ہیں۔ ان حالات میں ہمارا کام یہ ہے۔ کہ مسلم لیگ کے اس اجلاس میں دانشمندانہ اس امر کا فیصلہ کر لیں۔ کہ وہ تغیرات کیا ہوں گے۔ میرے نزدیک یہ تغیرات تین حصوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔ ایک جماعت ہے جو کامل آزادی کی حامی یعنی برطانوی تعلق کے انقطاع کی خواہاں ہے - ایک بہت بڑی جماعت ڈومینین سٹیٹس زیر سایہ برطانیہ کی خواہشمند ہے۔ تیسرا مسئلہ نہایت اہم ہے۔ اور اس کا پہلے سیاسی عقائد کی تعبیر پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ یعنی فرقہ دارانہ احساس اور تعصب۔ کامل آزادی کے متعلق میں آپ سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ ہندوستان کو برطانیہ سے جو تعلق ہے وہ ایک نہایت قیمتی سرمایہ ہے۔ میرے نزدیک اس سرمایہ کو اپنے ہاتھوں برباد کر دینا پرلے درجہ کی حماقت ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ انگلستان کے دائرہ تعلقات میں رہ کر ہندوستان اپنی قومیت کی بہترین نشوونما۔ بہترین تعمیر اور بہترین ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ میرے نزدیک تفصیلات سوچے سمجھے بغیر کامل آزادی کا شور مچا دینا تقاضائے تدبر نہیں ہے۔ مکمل آزادی کی تجویز سے علیحدہ رہنے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے۔ کہ نہرو رپورٹ میں ہمارے لئے جو ڈومینین اسٹیٹس مانگا گیا ہے۔ اس کے ماتحت ہمیں خالص جمہوریت کے تمام حقوق حاصل ہو جاتے ہیں - اور ہم ان تمام سیاسی حقوق کے مالک بن جاتے ہیں۔ جو مکمل آزادی کے ماتحت ہمیں مل سکتے ہیں۔ مختلف اقوام و جماعتوں کے اختلافات مٹانے والی تجاویز کے سلسلہ میں آپ کے سامنے ایک اصولی نکتہ پیش کرنا چاہتا ہوں جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ ان میں نشستوں کی تخصیص کا مسئلہ یونٹری یا فیڈرل نظام حکومت کا مسئلہ یا مرکزی مجلس مقننہ میں نشستوں کی تخصیص کا مسئلہ ایسے مسائل ہیں جو دوستانہ گفت و شنید سے حل ہو سکتے ہیں ؛

۲۷؍ دسمبر۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس آج بعد دوپہر البرٹ ہال میں زیر صدارت مہاراجہ محمود آباد منعقد ہوا۔ شروع میں جسٹس امیر علی لالہ لاجپت رائے کی وفات پر مسٹر چاگلا نے اظہار افسوس کیا۔ اس کے بعد مہاراجہ محمود آباد۔ مسٹر ایم۔ اے جناح ڈاکٹر کچلو۔ مسٹر ایم۔ سی چاگلا۔ ملک برکت علی۔ ڈاکٹر محمود۔ ظفر علی خاں۔ مسٹر شیروانی۔ اور دیگر اصحاب پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کی گئی۔ کہ جو لیگ کی طرف سے آل پارٹیز کنونشن کے غور و خوض میں حصہ لے گی۔ سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون رکن اسمبلی نے ایک ترمیم کے ذریعہ تحریک کی۔ کہ نہرو رپورٹ پر غور کرنے کیلئے ایک کمیٹی مقرر کی جائے۔ دوران تقریر میں آپ کی بڑی مزاحمت ہوئی لیکن آپ نے کہا کہ مسلمان آپ لوگوں کی اس خودسری کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرینگے۔ ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب نے قرارداد کی حمایت کی۔ لیکن مندوبین کے انتخاب کی تردید کی۔ اور کہا کہ میرے خیال میں جو مندوب منتخب کئے گئے ہیں۔ سب مخلوط انتخاب کے حامی ہیں۔ اس لئے میں ترمیم کی تائید کرتا ہوں۔ مولوی ظفر علی خاں نے ترمیم سے اختلاف کرتے ہوئے کہا۔ کہ یہ صرف رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دشمنان قومیت کنونشن میں حصہ لینا ہی نہیں چاہیئے۔ آپ نے کہا۔ کہ ہندوؤں کو ایک دوسرے سے اختلاف رائے ہے۔ تو وہ دیانتداری سے اس اختلاف کو نباہتے ہیں لیکن مسلمانوں میں ایک فرقہ ہے۔ جو اپنے اختلاف میں بددیانتی سے کام لیتا ہے۔ حاجی عبداللہ ہارون اور متعدد دیگر مندوبین نے ظفر علی خاں کے طرز کلام اور الفاظ کے خلاف اظہار ناراضگی کیا۔ اور مسٹر جناح نے مقرر کو ہدایت کی کہ اپنے الفاظ واپس لے لیں۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ میں ٹوڈیوں کے متعلق ان سے زیادہ نرم الفاظ استعمال نہیں کرونگا آخر کار صاحب صدر نے ظفر علی خاں سے کہا ایسی زبان استعمال کریا جو آپ کے وقار کے شایاں ہو۔ لیکن وہ اپنی ہٹ پر قائم رہے۔ لیکن بار بار فہمائش کے بعد انہوں نے اپنے الفاظ واپس لے لئے۔ اس کے بعد مسٹر جناح کے اصرار پر سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون نے اپنی ترمیم واپس لے لی۔ چنانچہ خفیف تبدیلیوں کے بعد اصلی قرارداد منظور ہو گئی۔

خلافت کانفرنس کی کارروائی

کلکتہ ۲۵؍ دسمبر۔ خلافت کانفرنس میں گزشتہ شب مجلس انتخاب مضامین کے انتخاب کے وقت عجیب ہنگامہ خیز مناظر دیکھنے میں آئے۔ ایک پٹھان ہاتھ میں چاقو لئے ہوئے اسٹیج پر آ کھڑا ہوا اور چلا کر کہنے لگا۔ ہم محمد علی کو اس سے ٹھیک کرے گا۔ بعض رضاکاروں نے بھی لاٹھیاں تان لیں۔ اس ہنگامہ خیزی سے جلسہ کی مزید کارروائی ناممکن ہو گئی۔

کلکتہ - ۲۵؍ دسمبر۔ آج مولانا محمد علی کی صدارت میں خلافت کانفرنس کا اجلاس ہوا۔ کانگرس کے مسلم ارکان اور جناح لیگ کے ارکان کانفرنس میں شریک نہیں ہوئے۔ مولانا محمد علی نے اپنی تقریر میں جو تین گھنٹہ جاری رہی نہرو رپورٹ کی مذمت کی اور اعلان کیا کہ یہ رپورٹ مسلم مفاد کے لئے نہایت خطرناک ہے۔

آل پارٹیز کنونشن کی کارروائی

۲۲؍ دسمبر کو آل پارٹیز کنونشن کا پہلا اجلاس مسٹر سین گپتا ڈاکٹر انصاری اور پنڈت موتی لال نہرو کی تقریروں کے بعد ختم ہو گیا

۲۳؍ دسمبر کو ڈاکٹر انصاری کی صدارت میں دوسرا اجلاس ہوا۔ مسٹر سین گپتا نے مندرجہ ذیل قرارداد پیش کی۔ ہندوستان کو بھی مختلف اقوام کی اس جمعیت میں جس کا نام سلطنت برطانیہ ہے۔ کینیڈا۔ آسٹریلیا نیوزیلینڈ۔ جنوبی افریقہ اور آئرش فری سٹیٹ کی سی دستوری حیثیت حاصل ہونی چاہیئے۔ یعنی ایک پارلیمنٹ ہو۔ جیسے ہندوستان کی اچھی حکومت اور قیام نظم و امن کے متعلق قانون بنانے کے پورے اختیارات حاصل ہوں۔ - اور ایک مجلس انتظامیہ ہو۔ جو اس پارلیمنٹ کے روبرو جوابدہ ہو۔ اس حکومت کا نام کامن ویلتھ آف انڈیا ہو۔ مولانا محمد علی نے قرارداد کی پرزور مخالفت کی۔ سر علی امام نے اپنی تقریر میں ارباب خلافت اور علماء کے خلاف سخت الفاظ استعمال کئے اور اصل قرارداد کی تائید کی۔ قرارداد ایک رائے کے اختلاف سے منظور ہو گئی۔ مسلم لیگ خلافت اور جمعیت العلماء کے ارکان نے کنونشن میں حصہ نہیں لیا ؛

کلکتہ - ۲۶؍ دسمبر۔ کنونشن کا اجلاس ۳ مرتبہ زیر صدارت ڈاکٹر انصاری منعقد ہوا۔ درجہ مستعمرات کی قرارداد منظور ہو گئی۔ سب سے بڑا سیاسی اتحاد سمجھ کر ہندوستان کی منزل مقصود قرار دیا گیا ہے - اور شرط یہ رکھی ہے۔ کہ کانگرس کی قرارداد آزادی کی مزاحمت نہ کی جائے۔ ڈاکٹر انصاری نے بحیثیت صدر مسلمانوں کے ان حقوق کے متعلق جو نہرو رپورٹ میں عطا کئے گئے ہیں۔ مفاہمت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ لیکن سیاسی ہندوؤں سے اتحاد عمل کی انہوں نے اپیل کی ہے۔ سر علی امام نے کہا کہ میں مسلمان نہیں۔ بلکہ ہندوستانی ہوں۔ تمام بہادر مسلمان اس لئے مکمل آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ برطانوی حکومت کی عدم موجودگی میں افغانستان کو ہندوستان پر حکمرانی کرنے کی دعوت دیں۔

کلکتہ - ۲۷؍ دسمبر۔ کنونشن کی کمیٹی میں نہرو رپورٹ کے فرقہ دار تصفیہ پر گرم مباحثہ ہوا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلم لیگ کے نمائندوں نے فرقہ دار تصفیہ کے مسئلہ کو از سر نو کھڑا کر دیا ہے۔ لیکن ہندو مہا سبھا کے ارکان اس مسئلہ کا دوبارہ تصفیہ کرنے کے خلاف ہیں۔ مسلمانوں کا بڑا مطالبہ یہ ہے۔ کہ مرکزی مجلس مقننہ میں مسلمانوں کے لئے ⅓ نشستیں مخصوص کر دی جائیں۔ لیکن ہندو مقرر اس بات کے خلاف ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اس مسئلہ کو از سر نو شروع کرنے سے لکھنؤ کے تمام فیصلہ جات درہم برہم ہو جائیں گے۔ مسلم لیگ کے ارکان دیگر مطالبات ترک کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اس مطالبہ کو ترک نہیں کر سکتے۔ مباحثہ پھر شروع کیا جائیگا ؛

کلکتہ - ۲۹؍ دسمبر۔ نیشنل کنونشن میں مسٹر جینا کی ذیل کی تجاویز کو بھاری کثرت رائے سے مسترد کر دیا گیا۔ (۱) مرکزی قانون ساز مجالس میں مسلمانوں کا ایک تہائی نشستوں کا مطالبہ (۲) بالغوں کو حق رائے دہی نہ ملنے کی صورت میں پنجاب اور بنگال میں آبادی کے تناسب پر نشستوں کی تخصیص۔ (۳) مرکزی قانون ساز مجلس کی بجائے صوبجاتی قانون ساز مجالس کو فیصلہ کن اختیارات ذیل کی دو تجاویز منظور ہوئیں (۱) آئین کی [illegible]

(شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا)